غلامی

انسانیت بمقابلہ اسلام

مذہب کے ہاتھوں انسانیت کو لہو لہو دیکھ کر
کہیں آپ ناموسِ مذہب کی خاطر
انسانیت کا ہاتھ تو جھٹک نہ دیں گے؟

پیشکش
پاکستانی فری تھنکرز فیس بک گروپ

انسانیت کے علمبرداروں نے فقط انسانیت کے نام پر غلامی کے بازاروں کا خاتمہ کر ڈالا تھا

اسلام عذر خواہ بہانہ بناتے ہیں کہ خدا نے غلامی کو اس لئے ختم نہیں کیا کیونکہ اُس زمانے میں یہ ممکن نہیں تھا۔ تو ان عذر خواہوں کو انسانیت کے نام لیوا عظیم سپوتوں کو دیکھنا چاہیے جنہوں نے کسی خدا کے نام پر نہیں، بلکہ فقط انسانیت کے نام پر غلامی کا خاتمہ کر ڈالا:
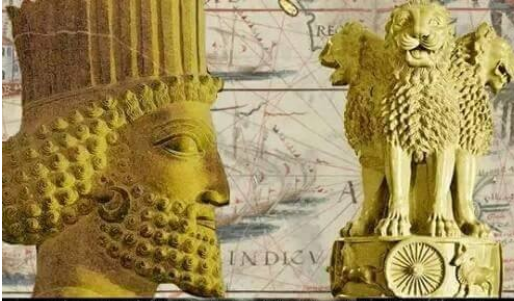
The world's first Buddhist ruler, Emperor Ashoka, who ruled India form 274-232 BCE, was the first ruler in human history to ban slavery, the death penalty, animal cruelty, and deforestation. He even advocated gender equality in education and religious institutions.

• اسلام کی آمد سے ایک ہزار سال قبل ہی (جب معاشرہ زیادہ تاریکی میں ڈوبا تھا) مہاتما بدھ نے مذہب کے نام پر نہیں، بلکہ فقط "انسانیت" کے نام پر غلاموں کا دکھ محسوس کرتے ہوئے غلامی کے خلاف تعلیمات دیں اور جب انکے پیروکار اشوکا کو حکومت ملی تو اس نے غلامی کے نظام کا تقریباً خاتمہ کرتے ہوئے غلاموں کی تجارت اور انکے بازاروں پر پابندی لگا دی۔ اشوکا کے بعد بھی اصلاحات کا عمل جاری رہا اور بعد میں آنے والی بدھ حکومتوں نے صرف اپنی عقل اور انسانیت کے جذبے کے تحت غلامی کے نظام کو مضارعت (مزدوری Serfdom) کے نظام میں تبدیل کر ڈالا اور یوں غلاموں کو وہ تمام وہ حقوق دے دیے جو کہ ایک آزاد شخص کو حاصل ہوتے ہیں۔

مگر پھر 900 سال بعد مسلمان ہندوستان پر قابض ہوئے اور انہوں نے پھر سے ہندوستان میں غلامی کے بازاروں کو جاری کر دیا (لنک)۔

یاد رہے کہ مہاتما بدھا خود ملحد/آگناسٹک تھے اور کسی خالق ہستی کو نہیں مانتے تھے اور نہ ہی یہ مانتے تھے کہ کسی خالق نے کوئی دین/مذہب فرشتوں یا اوتاروں/نبیوں کے ذریعے انسانوں تک بھیجا ہے، بلکہ ان کا کہنا تھا کہ انسانوں کو خود اپنی عقل سے "غیر مذہبی نظام" تشکیل دینا ہے۔ چنانچہ بدھا نے کبھی اپنی تعلیمات کو کسی خدا سے منسوب نہیں کیا، بلکہ یہ کہا کہ انسانی عقل سے انتہائی غور و فکر کے بعد وہ یہ تعلیمات دے رہے ہیں۔

• پھر قبل مسیح کے زمانے میں ہی چین میں قن اور خن نامی دو خاندان گذرے۔ اور انہوں نے بھی کسی الہامی مذہب کے نام پر نہیں، بلکہ فقط "انسانیت" کے نام پر غلامی کا خاتمہ کیا (لنک)۔

• ایران کے بادشاہ سائرس اعظم (کوروش اعظم) کا زمانہ تو مہاتما بدھا سے بھی قبل کا ہے۔ مگر اس نے بھی فقط انسانیت کے نام پر ہی غلامی کے خاتمے کے لیے بے تحاشہ کام کیا (لنک)۔ حتیٰ کہ یہودیوں نے اپنی کتابوں میں خود ایران کے اس بادشاہ کی غلامی اور انسانیت کے حوالے سے بھرپور تعریفیں کرتے ہوئے لکھا:

> Cyrus was praised in the Tanakh (Isaiah 45:1–6 and Ezra 1:1–11) for the **freeing of slaves, humanitarian equality** and costly reparations he made.
>
> Reference:
> https://en.wikipedia.org/wiki/Cyrus_the_Great

اسلام دور دور تک غلاموں کے حقوق کے حوالے سے ان انسانیت کے نام لیواؤں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ بلکہ انسانیت کا نام لیوا بدھا تو بہت عظیم تھا، اسلام تو غلاموں کے حقوق کے حوالے سے اپنے سے قدیم اہل کتاب مذاہب یہود و نصاریٰ تک کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ (تفصیلات اس آرٹیکل میں آگے ملاحظہ فرمایئے گا جہاں اسلام کھل کر قیدی عورتوں کا باندی کے نام پر ریپ حلال کرتا ہے اور پھر عارضی جنسی تعلق کے بعد دل بھر جانے پر آگے نئے مالک کو ریپ کے لے بکوا دیتا ہے، جبکہ یہود و نصاری باندی عورت سے با قاعدہ شادی کرواتے ہیں جس کے بعد اس کی حیثیت بیوی کی ہوتی ہے جسے آگے نہیں بیچا جا سکتا)۔

پھر بیسویں صدی میں امریکہ اور یورپ میں انسانی شعور مذہب کی زنجیریں توڑ کر بہت حد تک آزاد ہو چکا تھا اور کلیسا کی جابرانہ طاقت ختم ہو چکی تھی۔ چنانچہ امریکہ اور یورپ مذہب کی قید سے آزاد ہونے کے بعد اس قابل ہو سکے کہ انسانی عقل کی مدد سے کسی بھی طرح کے خدا سے پاک ایک مکمل "غیر مذہبی" نظام تشکیل دے سکیں جس میں وہ ایک بار پھر "انسانیت" کے نام پر پوری دنیا سے غلامی کا مکمل خاتمہ کر سکیں۔

• ماڈرن "غیر مذہبی" دنیا میں سب سے پہلے قانونی طور پر غلامی برطانیہ اور فرانس میں ختم ہوئی۔ ان ممالک میں 1833 میں مردوں اور عورتوں کی خرید و فروخت پر پابندی لگا دی گئی۔

• انڈیا میں 1843 میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ایک آرڈیننس کے ذریعے غلامی پر مکمل پابندی عائد ہو گئی۔

• امریکہ نے 1865 میں اس پر سینٹ سے منظوری کے بعد پابندی عائد کر دی۔

- لیگ آف نیشنز جو جنگ عظیم سے قبل اقوام متحدہ کی جگہ کام کر رہی تھی اس نے ایک کنونشن کے تحت 1926 میں مردوں اور عورتوں کی خرید و فروخت پر مکمل پابندی کا قانون منظور کیا۔
- سعودی عرب اور یمن اسلامی شریعت کے تحت اس قبیح فعل کو جاری رکھے ہوئے تھے۔ لیکن قاہرہ میں 1950 کے انسانی حقوق کنونشن کے بعد ان پر دباو بڑھا اس کے علاوہ حکومت برطانیہ کا بھی پریشر تھا۔ لہٰذا 1962 میں سعودی عربیہ اور یمن سے غلامی کا خاتمہ ہو گیا۔
- دنیا میں سب سے آخر میں غلامی سے چھٹکارا پانے والا افریقہ کا مسلم ملک موریطانیہ ہے جہاں 2007 میں غلامی سے انسانوں کو مکمل نجات حاصل ہوئی۔

یہ مسلمان ممالک غلامی کے خاتمے کے اس قدر خلاف اس لیے تھے کیونکہ ان کے نزدیک شریعت نے غلامی کو "حلال اللہ" قرار دیا ہے، اور شریعت بنانے کا حق صرف اللہ کو ہے، اور اس لیے شریعت کے احکامات قیامت تک تبدیل نہیں ہو سکتے۔ سعودی مفتیوں کا فتویٰ ہے کہ غلامی پر پابندی صرف عارضی ہے اور اُس وقت تک ہے جب تک اسلامی ریاستیں کمزور ہیں۔ جیسے ہی اسلامی ریاست مضبوط ہوتی ہے، اس پر فرض ہو گا کہ وہ غیر مسلموں پر جہاد جاری کرے۔ اور جہاد کے نتیجے میں دشمن کی جتنی عورتیں اور بچے قیدی بنائے جائیں گے، وہ غلام بن جائیں گے۔ چنانچہ جہاد جاری ہوتے ہی ایک مرتبہ پھر سے غلامی کا ادارہ متحرک ہو جائے گا۔

آج اس صدی کے انسانیت کے عالمی شعور نے غلامی کا مکمل خاتمہ کر کے مذہب کو مکمل "شہہ مات" دے دی ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ انسانی عقل و شعور اسکی رہنمائی کسی بھی ہزاروں سال پرانے الہامی مذہب سے کہیں بہتر کر سکتے ہیں۔

سکور کارڈ

انسانیت کے علمبردار 1 : مذہب 0

قرآن میں مالک کو باندیوں سے سیکس کی اجازت

(قرآن 23:6) ''اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں سے یا وہ جو ان کی ملکیت ہیں (یعنی کنیز باندیاں)۔ ان سے مباشرت کرنے سے انہیں ملامت نہیں۔''

(قرآن 4:3) ''اور اگر ڈر ہو کہ ان (بیویوں) کے درمیان عدل نہ کرسکو گے تو ایک ہی بیوی رکھو، یا پھر لونڈیاں جو تمھاری ملکیت میں ہوں''۔

(قرآن 33:50) ''اے پیغمبر ہم نے تمہارے لیے تمہاری بیویاں جن کو تم نے ان کے مہر دے دیے ہیں حلال کر دی ہیں اور تمہاری لونڈیاں جو اللہ نے تم کو (کفار سے بطور مال غنیمت) دلوائی ہیں۔۔۔ (اے پیغمبر) ان کے سوا اور عورتیں تم کو جائز نہیں اور نہ یہ کہ ان بیویوں کو چھوڑ کر اور بیویاں کرو خواہ ان کا حسن تم کو (کیسا ہی) اچھا لگے مگر وہ (باندیاں) جو تمہاری ملکیت میں ہوں۔''

اسلام میں کنیز باندی سے سیکس بالجبر

• اسلام میں کنیز باندی سے سیکس بالجبر کرکے جب مالک کا دل بھر جاتا تھا، تو وہ کنیز باندی کو اپنے کسی بھائی کے حوالے کر دیتا تھا تاکہ وہ اپنی شہوت پوری کرے۔ اور جب ایک ایک کرکے ان بھائیوں کا بھی دل بھر جاتا تھا تو وہ پھر کنیز باندی کو آگے دوسرے آقا کو بیچ دیتے تھے جو پھر سیکس بالجبر کرتا تھا۔ اور جب اسکا اور اسکے بھائیوں کا دل بھر جاتا تھا تو وہ آگے تیسرے آقا کو سیکس بالجبر کے لیے بیچ دیتا تھا اور یوں یہ سلسلہ جاری رہتا تھا۔

صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب حکم العزل (لنک)، اور صحیح بخاری، کتاب القدر (لنک) اور صحیح بخاری، کتاب التوحید (لنک):

صحابی ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ جنگ کے بعد چند خوبصورت عرب عورتیں انکے قبضے میں آئیں **اور صحابہ کو انکی طلب ہوئی کیونکہ وہ اپنی بیویوں سے دور تھے۔ مگر ساتھ ہی ساتھ میں صحابہ چاہتے تھے کہ وہ ان کنیز عورتوں کو فدیے میں بیچ کر انکی اچھی قیمت بھی حاصل کریں۔** چنانچہ صحابہ نے عزل سے کام لیا [یعنی سیکس کرتے وقت اپنے عضو

تناسل باہر نکال کر منی گرائی تا کہ وہ عورتیں حاملہ نہ ہو سکتیں اور انکو بیچنے پر اچھی قیمت مل سکے]۔ پھر انہوں نے اللہ کے رسول سے اسکے متعلق پوچھا تو رسول اللہ نے فرمایا (ہاں، عزل کی اجازت ہے، لیکن جہاں تک بچہ پیدا ہونے کا تعلق ہے تو) تم چاہو یا نہ چاہو مگر اگر کسی روح کو پیدا ہونا ہے تو وہ پیدا ہو کر رہے گی۔

اسلام عذر خواہ غلامی کے حقوق کے نام پر ڈینگ مارتے ہیں کہ اگر مالک نے اپنی کنیز کا نکاح دوسرے شخص سے کر دیا ہے تو وہ مالک اس کنیز سے سیکس نہیں کر سکتا۔ مگر یہ عذر خواہ یہ حقیقت نہیں بتلاتے کہ مالک کی مرضی ہے کہ وہ کسی بھی وقت اپنی کنیز باندی کا نکاح توڑ کر نئے مالک کو سیکس بالجبر کے لیے بیچ دے۔

صحابی عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جب لونڈی کو بیچ دیا جائے جبکہ اسکا خاوند بھی ہو تو اسکا نیا آقا اس کے بضعہ (وطی کا محل) کا زیادہ حقدار ہے (یعنی اسے حق ہے کہ خاوند کی بجائے وہ کنیز سے سیکس بالجبر کرے)۔[تفسیر طبری، روایت 7139 لنک]

صحابی حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ لونڈی کی طلاق کی چھ صورتیں ہیں (مالک کا) اسکو بیچنا اسکی طلاق ہے، اسکو آزاد کرنا اسکی طلاق ہے، (مالک کا) اسکو ہبہ کرنا (یعنی تحفے میں دینا) اسکی طلاق ہے، اسکی برات اسکی طلاق ہے، اسکے خاوند کی طلاق اسکو طلاق ہے۔[تفسیر طبری روایت 7135]

امام ابن حزم اپنی کتاب المحلیٰ میں لکھتے ہیں (لنک):

مسألة: من أحل فرج أمته لغيره؟
نا حمام نا ابن مفرج نا ابن الأعرابي نا الدبري نا عبد الرزاق عن ابن جريج قال: أخبرني عمرو بن دينار أنه سمع طاوسا يقول: قال ابن عباس: إذا أحلت امرأة الرجل, أو ابنته, أو أخته له جاريتها فليصبها وهي لها, فليجعل به بين وركيها

ترجمہ:

مسئلہ 2222: اس کے متعلق جس نے اپنی کنیز باندی کی شرمگاہ دوسرے شخص پر حلال کر دی ہو؟
۔۔۔ صحابی ابن عباس کہتے ہیں: اگر ایک عورت اپنی کنیز کو مرد یا بیٹی یا بہن کے لیے حلال کرتی ہے، تو پھر اس (مرد) کو اس کنیز سے جماع (سیکس) کرنے دو مگر وہ کنیز اس عورت کی ملکیت میں رہے گی، مگر مرد کو کنیز کی رانوں کے درمیان جلدی جلدی جماع کرنے دو۔

یہود و نصاریٰ میں کنیز باندی کے ساتھ سلوک اسلام کی بہ نسبت ہزار گنا بہتر تھا

یہودی و نصاری میں بھی غلامی کی لعنت موجود تھی اور وہ بھی کنیز باندیوں سے زبردستی سیکس بالجبر کرتے تھے۔ مگر اس لحاظ سے وہ اسلام سے ہزار گنا بہتر تھے کہ ایک مرتبہ سیکس بالجبر کرنے کے بعد وہ کنیز کو آگے کسی دوسرے آقا کو سیکس بالجبر کے لیے نہیں بیچ سکتے تھے، بلکہ اس کنیز کی حیثیت انکی دائمی بیوی کی طرح ہو جاتی تھی جسے وہ آزاد تو کر سکتے تھے مگر آگے نہیں بیچ سکتے تھے۔ اسلام نے یہ بیہودگی عرب کے کفار کلچر سے لی۔

دیکھئے بائیبل جہاں کنیز عورت کے متعلق احکامات بیان ہو رہے ہیں:

استثنا، باب 21 (لنک):
جب تُو اپنے دشمنوں سے جنگ کرنے کو نکلے اور خداوند اُن دشمنوں کو تیرے ہاتھ میں کر دے اور تُو اُنکو اسیر کر لائے۔ اور اُن اسیروں میں سے کسی خوبصورت عورت کو دیکھ کر تُو اُس پر فریفتہ ہو جائے تو تو اُسکو بیاہ لے۔ اور اُسے اپنے گھر لے آنا اور وہ اپنا سر منڈوائے اور اپنے ناخن ترشوائے۔ اور اپنی اسیری کا لباس اُتار کر تیرے گھر میں رہے **اور ایک مہینہ تک اپنے ماں باپ کے لیے ماتم کرے**۔ اِسکے بعد تُو اُسکے پاس جا کر اُسکا شوہر ہونا اور وہ تیری بیوی بنے۔ اور اگر وہ تجھ کو نہ بھائے تو جہاں وہ چاہے اُسکو جانے دینا **لیکن روپے کی خاطر اُسکو ہرگز نہ بیچنا اور اُس سے لونڈی کا سا سلوک نہ کرنا اِس لیے کہ تُو نے اُسکی حرمت لے لی ہے**۔

اسلامی غلامی کہیں بدتر تھی اہل کتاب کی غلامی سے

مذہبی اخلاقیات کا "الٹا سفر" (خراب سے بدترین کی جانب)

یہود و نصاری کی مذہبی اخلاقیات قیدی عورتوں کے حوالے سے "خراب" تھیں۔ مگر محمد صاحب کے آنے پر یہ مذہبی اخلاقیات بہتر ہونے کی بجائے "خراب" سے "بدتر" ہو گئیں۔

اسلام	اہل کتاب (یہود و نصاریٰ)
● کنیز باندی سے شادی کی کوئی شرط نہیں، بلکہ مالک بغیر شادی اور بغیر کنیز کی مرضی کے اسکو ریپ کرے گا۔ چاہے یہ جنگ میں اسیر ہو کر آئے یا پھر بازار میں خریدی جائے۔	● اہل کتاب یہود و نصاریٰ بھی کنیز باندی کو اسکی مرضی کے خلاف شادی کرنے پر مجبور کرتے ہیں (یہ 100٪ ریپ ہے)۔ ● لیکن جس کنیز باندی پر دل آئے، اور سیکس کی خواہش پیدا ہو، **تو پہلے اس سے بیاہ کرنا پڑتا ہے۔**
● اسلام نے بے چاری بچیوں کو رونے اور غم منانے کا سرے سے کوئی وقت نہیں دیتا۔ جنگ کے بعد جیسے ہی وہ مسلمانوں میں تقسیم ہوں گی، ویسے ہی مسلمان انکے جسموں سے ہر قسم کے جسمانی مزے (بوس و کنار کرنا، انہیں مشت زنی پر مجبور کرنا وغیرہ) لے سکتے ہیں۔ لیکن sexual penetration کے لیے حیض ختم ہونے کا انتظار کرنا ہو گا۔ ● صفیہ کے شوہر کو مسلمانوں نے جنگ میں قتل کیا۔ مگر پیغمبر اسلام نے جنگ سے واپسی میں راستے میں ہی انکے ساتھ سیکس شروع کر دیا کیونکہ انکا حیض کا خون آنا ختم ہو گیا تھا۔ (صحیح بخاری، کتاب المغازی)	● پھر گھر لا کر اسے پورے 1 مہینے کی مہلت دینی ہے کہ اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں کے قتل اور جدائی کا غم منائے اور اس دوران گھر کے ماحول سے بھی کچھ آشنا ہو جائے اور خود کو بالکل اجنبی محسوس نہ کرے۔ ایک دفعہ جب وہ غم سے سنبھل جائے تب ہی اس کا شوہر بنا جائے
● **اسلام میں جب مالک کا سیکس کر کر کے کنیز باندی سے دل بھر جاتا تھا، تو وہ اسے اپنے کسی بھائی کو سیکس بالجبر کے لیے ہبہ (تحفہ) کر سکتا تھا۔ اور جب ایک ایک کر کے تمام بھائی اپنی جنسی ہوس مٹا لیں، تو پھر اس کنیز باندی کو دوسرے نئے مالک کو بیچ دیا جاتا تھا، اور وہ ہوس پوری ہونے پر آگے تیسرے مالک کو، اور پھر سیکس بالجبر کا یہ سلسلہ پھر یوں ہی چلتا رہتا تھا۔**	● **ایک دفعہ بیوی بن جانے کے بعد وہ اس کنیز باندی کو آگے اپنے کسی بھائی کو ہبہ (تحفہ) نہیں کر سکتے تھے اور نہ ہی اسے آگے کسی نئے آقا کو بیچ سکتے تھے۔** ● **اور نہ ہی اسکا نکاح اپنے کسی اور غلام سے کر سکتے تھے۔**

واحد صورت یہ تھی کہ وہ اسے آزاد کر دیں۔	● اگر وہ "ام الولد" بھی ہو جاتی تھی (یعنی مالک کے بچے کی ماں بھی بن جاتی تھی) تب بھی مالک اسے آگے بیچ سکتا تھا، یا پھر اسے اپنے کسی اور غلام یا کسی بھی اور شخص کے نکاح میں دے سکتا تھا۔ ● مالک کو یہ اختیار بھی تھا کہ وہ اس سے بطور کنیز باندی کے کام لیتا رہے، یا پھر اسکی بطور باندی خدمات کسی اور کو بیچ دے۔

نوٹ:

یہودی بذاتِ خود مدینہ میں موجود تھے اور عیسائی بھی آس پاس کے علاقوں میں موجود تھے اور ان سے رابطہ تھا۔ مگر اسکے باوجود محمد صاحب/اللہ قیدی عورت کو اتنی عزت بھی نہ دے سکے جو کہ یہود و نصاریٰ نے محمد سے کہیں قبل انہیں دی تھی۔

وہ مقام جہاں محمد صاحب نے موسوی شریعت کو چھوڑ کر جاہل عرب معاشرے کے قوانین کو شریعتِ اسلامیہ کا حصہ بنایا

چونکہ محمد صاحب نے مذہب کا جو ڈرامہ کیا تھا، اس کے مطابق وہ یہود و نصاری والے خدا کے ہی نئے نبی تھے، اور چونکہ مدینے میں بنیادی طور پر صرف یہود ہی بستے تھے اس لیے محمد صاحب نے نصاری کے نئے اصلاح شدہ قوانین کو چھوڑ کر یہودی شریعت کو ہی اسلامی شریعت کے نام پر جاری کرنا شروع کر دیا۔ مثلاً ختنہ، سنگسار، عورت کی گواہی، سور پر پابندی، عورت کا سر ڈھانپنا، داڑھی، حیض والی عورت کی روح تک کو ناپاک سمجھنا، وغیرہ وغیرہ۔

مگر جہاں محمد صاحب کو جنسی ہوس اور معاشی طور پر فائدہ زمانہ جاہلیت کے عربوں کے قوانین میں نظر آیا، تو وہاں محمد صاحب نے موسوی شریعت کو چھوڑ کر جاہل عربوں کے قوانین کی پیروی کی اور اسے شریعتِ اسلامیہ کا حصہ بنایا۔

مثلاً یہود و نصاری کے مطابق (عہد نامہ قدیم، استثنا، باب 21) میں درج ہے کہ جب جنگ میں قیدی عورتیں تمہارے ہاتھ لگیں، تو تم ان کا ریپ نہیں کر سکتے، بلکہ تمہیں باقاعدہ ان سے شادی کرنا پڑے

گی، اور پہلے انہیں ایک مہینے کا وقت دینا پڑے گا کہ وہ جنگ میں اپنے پیاروں کے قتل ہونے اور گھر چھوٹنے کا غم منا سکیں۔ اور ایک مرتبہ شادی کرنے کے بعد ان قیدی عورتوں کو آگے بطور باندیاں نہیں بیچا جا سکتا ہے بلکہ ان کی حیثیت بیوی جیسی ہو جاتی ہے۔

مگر پیغمبر اسلام کے احکامات کے مطابق مسلمان مجاہدین قیدی عورتوں کو باندی بنا کر اسی رات ان سے جنسی مزے شروع کر دیتے تھے۔ اگر قیدی چھوٹی بچی یا نوعمر کنواری ہوتی تھی، تو اسی رات اس میں دخول penetration تک کر کے انکا ریپ کرتے تھے۔ لیکن اگر قیدی عورت شوہر دار ہوتی تھی، تو دخول کی اجازت نہ تھی، مگر اس کے علاوہ وہ قیدی عورتوں کو پہلی رات ہی ننگا کر کے ان کے پورے جسم سے بقیہ ہر قسم کے جنسی مزے حاصل کر سکتے تھے، اور انہیں مشت زنی کے لیے مجبور کر سکتے تھے اور ان کی رانوں میں اپنا عضو تناسل رگڑ کر منی نکال سکتے تھے۔

صرف یہ ہی نہیں، بلکہ محمد صاحب نے مسلمان مجاہدین کو اجازت دی کہ جب باندیوں کا ریپ کر کے ان کا دل ان سے بھر جائے، تو وہ متعہ کی طرح کے اس عارضی جنسی تعلق کے بعد اس باندی کو بازار میں دوسرے مالک کو ریپ کرنے کے لیے بیچ دیں، اور خود نئی باندی خرید کر اس کے ریپ شروع کر دیں اور اسے اپنی جنسی ہوس کا نشانہ بنائیں۔

محمد نے قیدی عورتوں سے یہ فائدہ اٹھانے کی یہ شریعت زمانہ جاہلیت کے عرب تمدن سے لی کیونکہ اس میں معاشی طور پر زیادہ فائدہ تھا، اور ساتھ میں جنسی ہوس کا کھیل کھیلنے کا پورا موقع تھا۔

چنانچہ یہاں محمد صاحب نے شریعتِ موسوی کو چھوڑ دیا، اور انسانیت کو ذلت کی گہرائیوں میں دھکیل ڈالا۔

قیدی عورتوں/بچیوں کو اسی رات ریپ کا نشانہ بنانا کہ جس دن انکے باپ، بھائی، شوہروں اور بیٹوں کو قتل کیا گیا۔۔۔ ظلم عظیم

مسلمانوں کی 1400 سالہ تاریخ یہ ہے کہ وہ تلوار کے زور پر دوسری قوم کے مردوں کو قتل کر ڈالتے تھے، اور پھر انکی لڑکیوں اور عورتوں کو اپنے باپ، بھائی اور شوہروں کے لاشوں پر رونے بھی نہیں دیتے تھے اور سوائے شرمگاہ کے، اُسی وقت بقیہ جسم کے مزے لینا شروع ہو جاتے تھے۔

یہ مسئلہ بھی اس لیے شروع ہوا کیونکہ محمد صاحب نے اس معاملے میں یہود و نصاریٰ کی شریعت کو چھوڑ کر زمانہ جاہلیت کے عرب قوانین کو اسلامی شریعت کا حصہ بنایا۔

امام احمد بن حنبل کے بیٹے عبداللہ اپنی کتاب مسائل الإمام احمد میں لکھتے ہیں (لنک):

حدثنا علی بن عثمان قال حدثنا حماد عن علی بن زید عن ایوب بن عبداللہ اللخمی ان ابن عمر قال وقع فی سہمی یوم جلولا جاریۃ کأن عنقہا ابریق فضۃ، فقال ابن عمر: فماملکت نفسی حتی وثبت الیہا فجعلت اقبلہا والناس ینظرون

ترجمہ:

عبداللہ ابن عمر (خلیفہ دوم کے بیٹے اور کبیر صحابی) کہتے ہیں کہ جلولا کی جنگ کے دن میرے حصے میں ایک کنیز باندی آئی۔ اُسکی گردن صراحی کی طرح لمبی گداز تھی۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ مجھے اپنے پر قابو نہ ہوا اور میں اُسی وقت اس پر چڑھ دوڑا اور اسکے بوسے لینا شروع کر دیے جبکہ لوگ میری طرف دیکھ رہے تھے۔

امام الکحلانی اپنی کتاب سبل السلام میں اس پر فرماتے ہیں (لنک):

واعلم ان الحدیث دل بمفہومہ علی جواز الاستمتاع قبل الاستبراء

ترجمہ:

اور جاننا چاہیے یہ حدیث اہم ہے اور کنیز کے استبراء کر کے پاک ہونے سے سے قبل اس سے استمتاع (لذت) اٹھانے کا جواز فراہم کر رہی ہے۔

امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے متعلق کہتے ہیں (کتاب المبسوط لنک):

وذکر ابو یوسف فی الأمالی ان ابا حنیفۃ کان یقول بالقیاس ثم رجع الی الاستحسان فقال لیس علیہ ان یستبرئہا وہو قول ابی یوسف ومحمد رحمہما اللہ

ترجمہ:

۔۔۔امام ابو حنیفہ کہتے ہیں: یہ اُن کے لیے فرض نہ تھا کہ وہ (لذت حاصل کرنے کے لیے) کنیز باندی کو استبراء سے پاک ہونے دیں۔ اور یہی قول امام ابو یوسف اور امام محمد کا ہے۔

اور تو اور، مسلمان تو حاملہ عورتوں کے جسموں سے بھی شہوتیں کرنے سے نہیں چوکتے تھے۔ وہ بے چاری حاملہ عورتیں اپنے مقتول شوہروں کو رونے بھی نہ پاتی تھیں کہ مسلمان ان سے ننگے جسمانی کھیل کھیلنے لگتے تھے۔

امام ابن حجر العسقلانی اپنی کتاب فتح الباری میں نقل کرتے ہیں (لنک):

وقال عطاء لا بأس إن یصیب من جاریتہ الحامل مادون الفرج

ترجمہ:

عطاء کہتے ہیں کہ حاملہ کنیز باندی سے لذت حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے سوائے اسکی شرمگاہ کے۔

اور علماء کے مطابق امام بخاری کی فقہ انکی کتاب صحیح بخاری کے عنوانوں (Headings) میں ہے۔

کتاب البیوع میں امام بخاری پھر یہ عنوان دیتے ہیں (لنک):

باب: اگر لونڈی خریدے تو استبراء رحم سے پہلے اس کو سفر میں لے جاسکتا ہے یا نہیں؟

پھر اس عنوان کے ذیل میں بخاری صاحب لکھتے ہیں:

ولم یر الحسن بأسا إن یقبلہا او یباشرہا. وقال ابن عمر۔رضی اللہ عنہما۔إذا وہبت الولیدۃ التی توطأ او بیعت او عتقت فلیستبرإ رحمہا بحیضۃ، ولا تستبرإ العذراء. وقال عطاء لا بأس إن یصیب من جاریتہ الحامل مادون الفرج.

ترجمہ:

حسن بصری نے ایسی باندی کا بوسہ یا اس سے مباشرت میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا ہے۔ اور ابن عمر نے کہا کہ ایسی لونڈی ہبہ (تحفہ) کی جائے یا پھر بیچی جائے یا آزاد ہو کہ جس سے صحبت (سیکس) کی جاتی تھی، تو اسے ایک حیض استبراء کرنا ہوگا۔ لیکن کنواری عورت کے لیے کوئی استبراء نہیں ہے۔ اور عطاء نے کہا اگر باندی عورت (پچھلے شوہر/مالک) سے حاملہ ہے تو اس کی شرمگاہ کے سوا اس کے بقیہ پورے ننگے جسم سے لذت حاصل کی جاسکتی ہے۔

نوٹ: استبراء کا مطلب ہے کہ عورت حیض کے بعد خون سے پاک ہو جائے۔ اگر کسی سے سیکس کرنے کے بعد عورت کو اگلی ماہواری (حیض) کا خون نہیں آتا ہے، تو اسکا مطلب ہے کہ وہ سیکس کے نتیجے میں حاملہ ہو گئی ہے۔

مسلمانوں کا طرز عمل سمجھئے:

(1) پہلے مسلمان جنگ میں مردوں کو قتل کرتے تھے۔

(2) پھر دشمن کی تمام عورتوں کو پکڑ کر کنیز باندیاں بنالیتے تھے۔

(3) پھر اسی رات جب باندیاں مالِ غنیمت میں تقسیم ہو چکی ہوتی تھیں، تو اگر تو وہ چھوٹی بچی ہوتی تھی یا پھر کنواری لڑکی ہوتی تھی، تو مسلمانوں کو ہر طرح کا سیکس کرنے کی ان سے اجازت ہوتی تھی۔

(4) لیکن اگر وہ پہلے سے شوہر دار ہوتی تھیں، تو پھر "دخول" یعنی Sexual Penetration کے لیے انکی پہلی ماہواری ختم ہونے کا انتظار کرنا ہوتا تھا۔

(5) لیکن دخول کے علاوہ جہادی صحابہ کو پوری آزادی ہوتی تھی کہ وہ پہلی رات کو ہی انہیں ننگا کر کے انکے ساتھ دیگر ہر قسم کے جسمانی مزے لیں، ان سے مشت زنی کروائیں، یا دیگر طریقوں سے انزال کروائیں۔

یاد رہے کہ مسلمانوں نے چند گھنٹے قبل ہی ان عورتوں کے باپوں، شوہروں، بھائیوں، اور بیٹوں کو قتل کیا ہوتا تھا۔ ان عورتوں کو اپنے ان پیاروں کے لیے رونے اور غم منانے کا اسلام اور اللہ کوئی موقع نہیں دیتا تھا اور اسی رات مسلمان ان سے جنسی ہوس پوری کرنا شروع ہو جاتے تھے۔

کنیز باندیوں کے یہ ننگے بازار، یہ کئی کئی مردوں کے ساتھ سیکس بالجبر کا نظام، یہ اسلام کی 1400 سالہ تاریخ کی زینت اور سوغات ہیں۔ یہود و نصاریٰ بھی اس حمام میں ننگے ہیں اور وہ بھی انسانیت کو لہولہان کرتے دکھائی دیتے ہیں اور خدا کے نام پر قیدی عورتوں کو کنیز بنا کر سیکس بالجبر کرتے تھے، مگر پھر بھی اسلام سے وہ کہیں بہتر تھے اور کنیز عورت کی اتنی تذلیل نہیں کرتے تھے جتنا کہ اسلام 1400 سالوں سے کرتا چلا آ رہا ہے۔

ان بے چاری قیدی عورتوں کی ذہنی حالت کیا ہوتی تھی، اور وہ کیسے اپنے پیاروں کے قتل پر صدمہ کی حالت میں ہوتی تھیں، اس کا ایک نمونہ آپ اس روایت میں پڑھئے:

"(جنگ کے بعد قیدی عورتوں کی تقسیم کے وقت) حضور نے فرمایا کہ صفیہ (ایک خوبصورت قیدی عورت) کو یہاں لاؤ۔ حضرت بلال بن رابح (موذّن) صفیہ کو لے کر آئے، ان کے ساتھ ایک اور یہودی لڑکی بھی تھی، جب وہ اپنے بھائی بندوں کی لاشوں کے پاس سے گذریں تو اس لڑکی نے دھاڑیں مارتے ہوئے اپنے منہ پر تھپڑ مارنے شروع کر دیے، اس نے زمین سے مٹی لے کر اپنے بالوں میں ڈال لی، جب حضور نے اس لڑکی کو دیکھا تو انہیں بہت غصہ آیا اور آپ نے فرمایا؛ "اس چڑیل کو میری نظروں سے دور کر دو"۔

حوالہ:

تاریخ طبری، جلد 8، صفحہ 122، انگریزی ترجمہ

اپنے پیاروں کے لاشوں پر دھاڑیں مارتے اور اپنے منہ پر تھپڑ مارتے یہ لڑکی اکیلی نہیں ہے، بلکہ اسلام کی 1400 سالہ تاریخ میں ایسی لاکھوں لڑکیاں اس اذیت سے گذری ہیں۔

مگر صرف اذیت یہاں تک ہی محدود نہ رہی، بلکہ آگے بڑھ کر اسلام نے ان روتی، بلکتی، غم میں نڈھال لڑکیوں کو مزید مجبور کر ڈالا کہ وہ اسی صدمے کی حالت میں، اسی رات جہادی مسلمانوں کے ہاتھوں ریپ کا شکار بھی ہوں، اور انہیں ہر قسم کی سیکس سروس بھی مہیا کریں۔

انصاف سے بتلائیے، کیا انسانیت کی اس سے زیادہ تذلیل بھی ممکن ہو سکتی ہے؟

یہ منظر تصور کرتے ہی روح کانپ گئی، یہ واقعہ لکھتے ہوئے قلم کپکپا گیا، تو سوچئے کہ پھر ان لڑکیوں کی کیا حالت ہوتی ہو گی کہ جنہیں مذہب نے عملی طور پر اس پورے عذاب سے گذرنے پر مجبور کیا؟

نوٹ:

مسلمان سوال اٹھاتے ہیں کہ تاریخ طبری کی اس روایت کی سند صحیح ہے یا نہیں؟

جواباً عرض ہے کہ ان لڑکیوں پر ہوتے اس اذیتناک عذاب کو جاننے کے لیے آپ کو سرے سے کسی بھی روایت کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ آپ کی انسانی عقل بغیر کسی روایت کے بھی آپ کی مکمل رہنمائی کرے گی کہ ہر ہر جنگ میں اپنے پیاروں کے قتل پر ہر ہر لڑکی یوں ہی رو رہی ہوتی ہے، اور یوں ہی ذہنی صدمے اور اذیت سے گذر رہی ہوتی ہے۔

نیا مالک فقط ایک دفعہ خون سے پاک ہونے کے بعد کنیز سے سیکس کر سکتا ہے:

کنیز کا استبراء فقط ایک مرتبہ خون سے پاک ہونا ہے۔ یعنی اگر وہ 3 دن میں خون سے پاک ہو گئی ہے تو نیا آقا اس سے سیکس کر سکتا ہے۔ صحیح بخاری کی روایت دیکھئے کہ جناب صفیہ کے شوہر کو مسلمانوں نے قتل کیا، پھر انہیں پکڑ کر باندی بنا لیا، اور جب چند ہی دنوں کے بعد وہ حیض سے پاک ہوئیں، تو راستے میں ہی پیغمبر اسلام نے انکے ساتھ سیکس کیا۔

صحیح بخاری کتاب المغازی (لنک):

> جب اللہ تعالیٰ نے آنحضور کو خیبر کی فتح عنایت فرمائی تو آپ کے سامنے صفیہ بنت حیی بن اخطب کی خوبصورتی کا کسی نے ذکر کیا' ان کے شوہر قتل ہو گئے تھے اور ان کی

شادی ابھی نئی ہوئی تھی۔ اس لیے حضور نے انہیں اپنے لیے لے لیا اور انہیں ساتھ لے کر حضور روانہ ہوئے۔ آخر جب ہم مقام سد الصہباء میں پہنچے تو صفیہ حیض سے پاک ہوئیں اور حضور نے ان کے ساتھ ہمبستری کی۔

امام عبداللہ ابن ابی زید (جنہیں چھوٹا امام مالک بھی کہا جاتا ہے) اپنے فقہی رسالے میں لکھتے ہیں (لنک):

واستبراء الامة فی انتقال الملک حیضة انتقل الملک ببیع اِو ہبة اِو سبی اِو غیر ذلک. و من ہی فی حیازتہ قد حاضت عندہ ثم إنہ اشتراہا فلا استبراء علیہا إن لم تکن تخرج.

ترجمہ:
اور ملکیت کی تبدیلی کی صورت میں کنیز باندی کا استبراء ایک حیض (ماہواری) ہے۔ ملکیت تبدیل ہونے کی صورتیں یہ ہیں کہ کنیز باندی کو بیچ دیا جائے، اسے ہبہ (تحفہ) کر دیا جائے، اسے (جنگ میں) پکڑ کر غلام بنایا جائے، یا کسی بھی ایسی اور وجہ سے۔ اگر وہ کنیز لڑکی (چھوٹی) ہے اور نئے مالک کے خریدنے کے بعد اسے ماہواری شروع ہوتی ہے، تو پھر نئے مالک کو (سیکس کے لیے) ایک حیض ختم ہونے کی انتظار کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔۔

چنانچہ اسلام میں باندی عورت کی عدت فقط ایک حیض ہے۔ یعنی ایک مالک نے خون آنے سے قبل سیکس کر کے بیچ دیا، تو اگلے تین چار دنوں میں جیسے ہی وہ خون سے پاک ہوتی ہے تو نیا مالک اس باندی سے سیکس کر سکتا ہے۔

سنن ابو داؤد، نکاح کا بیان (لنک):

ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ رسول اکرم نے اوطاس کی قیدی عورتوں کے متعلق فرمایا: ۔۔۔ان عورت سے اس وقت تک صحبت نہ کی جائے جب تک انہیں ایک دفعہ حیض کا خون نہ آ جائے۔
البانی نے اس روایت پر "صحیح" کا حکم لگایا ہے (لنک)

دو یا اس سے زیادہ مالکوں کا اپنی مشترکہ کنیز سے سیکس:

قیدی عورتوں پر اسلام کا ظلم اتنا بڑھا کہ اس نے اس معصوم عورت کا بار بار مختلف مالکوں سے ریپ حلال اللہ بنا دیا۔ بہت سارے نتائج میں سے ایک لعنت معاشرے میں یہ پیدا ہوئی کہ اگر باندی کے 2 مالک باری باری اس کا ریپ کرتے ہیں تو پھر پیدا ہونے والے بچے کے دو آفیشل باپ ہوں گے۔ واحد شرط اسلام نے یہ رکھی کہ دونوں مالک باندی کے ریپ میں ایک حیض (3 دن کا وقفہ کہ جس میں باندی حیض کے خون سے فارغ ہوتی ہے) رکھیں گے۔

اسکا مقابلہ اب یہود و نصاری سے کیجیئے جنہوں نے قیدی عورتوں کے ریپ پر پابندی لگا دی اور شادی کی شرط رکھ دی، جس کے بعد قیدی عورت کی حیثیت مستقل بیوی کی تھی اور اسے آگے نہیں بیچا جا سکتا تھا۔

اگر مسلمانوں نے ناموسِ مذہب کی خاطر انسانیت کا گلا مکمل طور نہیں گھونٹ ڈالا، اور انسانیت کی ذرا سے رمق بھی ان میں باقی ہے، تو وہ بتلائیں کہ اس ظلم کے بعد وہ پھر کیسے دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام نے غلام باندیوں کو حقوق دیے؟

اسے حقوق دینا نہیں، بلکہ حقوق چھیننا کہتے ہیں۔

اسے ظلمِ عظیم کہتے ہیں۔

اسے انسانیت کو لہولہان کرنا اور اسکی موت کہتے ہیں۔

امام ابن قدامہ اپنی کتاب المغنی میں لکھتے ہیں (لنک):

> وإذا كانت الأمة بين شريكين فوطئاها لزمها استبراء ان
>
> ترجمہ: اگر ایک کنیز 2 مردوں کی مشترکہ ملکیت میں ہے اور وہ دونوں اس سے جماع (سیکس) کرنا چاہیں تو کنیز کو 2 بار استبرائے رحم (یعنی خون سے پاک) کرنا پڑے گا۔

اور فتاویٰ عالمگیری (جلد 6، صفحہ 162، لنک) میں ہے:

> ایک باندی دو شخصوں میں مشترک ہے اور اس میں بچہ ہوا اور دونوں نے دعویٰ کیا تو دونوں سے اس کا نسب ثابت ہو گا (یعنی اس بچے کے آفیشلی 2 باپ ہوں گے)۔

اسی فتاویٰ عالمگیری (جلد 6، صفحہ 173، لنک) میں ہے:

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں: اگر باندی تین یا چار یا پانچ میں مشترک ہو اور سب نے ایک ساتھ اسکے بچے کا دعویٰ کیا تو وہ سب کا بیٹا قرار دیا جائے گا اور سب سے اسکا نسب ثابت ہو گا۔

فتاویٰ عالمگیری فقہ حنفی کی مستند فقہی کتاب ہے اور تمام دیوبندی اور بریلوی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ اسے 500 سنی علماء نے اورنگزیب عالمگیر کے حکم پر جمع کیا تھا۔

کنیز باندی کو خریدتے وقت ننگا دیکھنا اور ہاتھوں سے نازک جسمانی اعضاء کو ٹٹولنا:

اسلام کی 1400 سالہ تاریخ یہ ہے کہ لاچار و بے بس بچیوں اور لڑکیوں کو سرِ بازار تقریباً ننگا کر کے سینکڑوں ہزاروں شہوت برساتے مردوں کے سامنے بھیڑ بکریوں کی طرح کھڑا کر دیا جاتا تھا۔ اور پھر خریدار آگے بڑھ کر بھیڑ بکریوں کی طرح ہی ان بے بس لڑکیوں کے ننگے جسموں بشمول نازک نسوانی اعضاء کو ٹٹولتے تھے۔

امام بیہقی نے اپنی کتاب سنن الکبریٰ میں روایت نقل کی ہے (لنک):

عن نافع، عن ابن عمر "إنہ کان إذا اشتری جاریۃ کشف عن ساقھا و وضع یدہ بین ثدییھا و علی عجزھا

ترجمہ:

نافع نے صحابی ابن عمر سے روایت کی ہے: جب بھی ابن عمر کو کنیز خریدنی ہوتی تھی، تو وہ پہلے اس کنیز کے معائینے کے لیے پہلے اسکی ٹانگیں دیکھتے تھے اور پھر ہاتھوں سے اسکی چھاتیوں اور کولہوں کے ابھاروں کو پرکھتے تھے۔

سعودی مفتی اعظم البانی نے اس روایت کو 'صحیح' قرار دیا ہے (لنک)۔

مصنف عبدالرزاق میں شعبی سے روایت ہے (لنک):

13207 عبد الرزاق، عن الثوری، عن جابر، عن الشعبی قال: "إذا کان الرجل یبتاع الأمة، فإنه ینظر إلی کلها إلا الفرج".

ترجمہ:

۔۔۔ شعبی کہتے ہیں: اگر کسی مرد کو کنیز خریدنی ہے، تو وہ اس کنیز کا پورا جسم دیکھ سکتا ہے سوائے شرمگاہ کے سوراخ کے۔

اور فتاویٰ عالمگیری (جو تمام دیوبندی و بریلوی حنفی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے) میں درج ہے (لنک):

جامع صغیر میں مذکور ہے کہ اگر کسی شخص نے کوئی کنیز باندی خریدنے کا قصد کیا تو کوئی ڈر نہیں ہے کہ وہ اسکی پنڈلیاں و سینہ و دونوں ہاتھ چھوئے اور کھلے ہوئے اعضاء کی طرف دیکھے۔

اور صحابہ ان سرِ بازار برہنہ بکتی ہوئی لاچار کنیز عورتوں کو کیسے بھیڑ بکریوں کی طرح خریدتے تھے، اسکے لیے یہ روایت پڑھئے:

امام ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب المصنف میں نقل کیا ہے (لنک):

حدثنا جریر عن منصور عن مجاہد قال: کنت مع ابن عمر إمشی فی السوق فإذا نحن بناس من النخاسین قد اجتمعوا علی جاریة یقلبونها، فلما راوا ابن عمر تنحوا و قالوا: ابن عمر قد جاء، فدنا منها ابن عمر فلمس شیئا من جسدها و قال: این إصحاب ہذہ الجاریة، إنما ہی سلعة

ترجمہ:

مجاہد کا بیان ہے کہ ایک موقع پر ابن عمر بازار میں آئے تو دیکھا کچھ تاجر لوگ ایک لونڈی کو خریدنے کے لیے الٹ پلٹ کر دیکھ رہے ہیں۔ انھوں نے آ کر اس کی پنڈلیاں ننگی کر کے دیکھیں، پستانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر ان کو جھنجھوڑا اور پھر خریدنے والوں سے کہا کہ خرید لو۔ یعنی اس میں کوئی نقص نہیں۔

اسلام نے باندی عورتوں کو ننگے سینوں کے ساتھ معاشرے میں یہ کہہ کر گھومے پر مجبور کیا کہ انکا ستر فقط ناف سے لے کر گھٹنے تک ہے

اگر باندی عورتوں کو بازاروں میں بیچا نہیں بھی جا رہا ہوتا تھا، تب بھی انہیں ننگے سینوں کے ساتھ بازاروں میں غیر مردوں کے سامنے گھومنے پر مجبور کیا جاتا تھا، کیونکہ اسلام کی رو سے ان کا ستر فقط ناف سے لے کر گھٹنے تک تھا۔

یہ قانون بھی محمد صاحب نے زمانہ جاہلیت کے عرب معاشرے سے لیا تھا، جبکہ موسوی شریعت کو پھر محمد صاحب نے ٹھکرا دیا تھا، کیونکہ یہود و نصاری اپنی باندیوں کو بھی ننگے سینوں کے ساتھ بازاروں میں نہیں پھراتے تھے۔

جناب محمد عمار خان ناصر صاحب (مدیر ماہنامہ الشریعہ گوجرانوالہ) نے کنیز باندی کے ستر پر باقاعدہ ایک مضمون لکھا ہے، جس میں انہوں نے ذیل کے ثبوت دیے ہیں:

حنفی فقیہ امام جصاص فرماتے ہیں کہ (لنک):
يَجُوزُ لِلأَجْنَبِيّ النَّظَرُ إلَى شَعْرِ الأَمَةِ وَذِرَاعِهَا وَسَاقِهَا وَصَدْرِهَا وَثَدْيِهَا
ترجمہ:
"اجنبی آدمی کسی کی لونڈی کے بال، بازو، پنڈلی، سینہ اور پستان دیکھ سکتا ہے۔"

مالکی فقہ کی کتاب الشرح الصغیر میں ہے (لنک):
فيرى الرجل من المرأة-إذا كانت أمة-أكثر مما ترى منه لأنها ترى منه الوجه والأطراف فقط، وهو يرى منها ما عدا ما بين السرة والركبة، لأن عورة الأمة مع كل واحد ما بين السرة والركبة۔ (الجزء الأول، ص 290.)
ترجمہ:
"لونڈی، اجنبی مرد کا جتنا جسم دیکھ سکتی ہے، مرد اس سے بڑھ کر اس کا جسم دیکھ سکتا ہے۔ وہ صرف اس کا چہرہ اور ہاتھ پاؤں دیکھ سکتی ہے، جبکہ غیر محرم مرد اس کی ناف سے گھٹنوں تک کے حصے کے علاوہ باقی سارا جسم دیکھ سکتا ہے۔

شوافع کا مختار مذہب بھی یہی ہے (لنک):
المذهب إن عورتها ما بين السرة والركبة (المهذب في فقه الإمام الشافعي، إبي إسحق الشيرازي، ص 96)

قرطبیؒ اپنی مشہورِ زمانہ تفسیر الجامع لاحکام القرآن میں سورۃ الاعراف کی آیت 26 کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں (لنک):

"وإما الأَمة فالعورة منها ما تحت ثدييها، ولها إن تبدي رأسها ومعصميها. وقيل: حكمها حكم الرجل"

"رہی کنیز تو اس کی شرمگاہ اس کے پستانوں کے نیچے سے ہے، اور وہ اپنا سر اور کلائیاں ظاہر کر سکتی ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کا حکم مرد کی طرح ہے"

فقہ حنفی کی مستند کتاب فتاویٰ عالمگیری کے مطابق:

فتاوی عالمگیری، اردو جلد نہم، صفحہ 44 (کتاب الاکراہیۃ، باب ہشتم، دیکھنے و چھونے کے مسائل):

(1) غیر کی باندی کے ناف کے نیچے سے گھٹنے تک دیکھنا حلال نہیں ہے اور اسکے سوا تمام بدن کی طرف نظر کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے۔

(2) اور غیر کی باندی کا جسقدر دیکھنا حلال ہے، اُسکا چھونا بھی حلال ہے (بشرطیکہ اپنی ذات اور اُس کنیز کی ذات پر شہوت طاری ہونے کا ڈر نہ ہو)۔

(3) شیخ امام شمس الائمہ سرخسی فتوی دیتے تھے کہ غیر کی باندی کے ساتھ سفر کرنا یا خلوت کرنا حلال ہے۔

(4) اگر باندی کو خریدنے کا قصد رکھتا ہو تو سوائے اسکے پیٹ و پیٹھ کے جہاں جہاں دیکھنا حلال ہے، وہاں وہاں اسکو چھو بھی سکتا ہے، چاہے اس میں شہوت ہی کیوں نہ آ جائے۔

(5) اگر کسی شخص نے کوئی باندی خریدنے کا قصد کیا تو کچھ ڈر نہیں ہے کہ اسکی پنڈلیاں و سینہ اور دونوں ہاتھ پورے چھوئے اور کھلے ہوئے اعضاء کی طرف دیکھے۔

مصنف عبد الرزاق کی کتاب الطلاق میں "باب الرجل يكشف الامة حين يشتريها" کے تحت اس حوالے سے صحابہ و تابعین کے متعدد آثار نقل کیے گئے ہیں۔ چند حسب ذیل ہیں (عربی لنک)۔

- سعید ابن المسیب نے کہا کہ لونڈی کو خریدنے کا ارادہ ہو تو شرمگاہ کے علاوہ اس کا سارا جسم دیکھا جا سکتا ہے۔
- شعبی نے بھی کہا کہ شرمگاہ کے علاوہ اس کا سارا جسم دیکھا جا سکتا ہے۔

• ابن مسعود کے شاگردوں میں سے بعض نے کہا کہ ایسی لونڈی کو چھونا اور کسی دیوار کا ہاتھ لگانا ایک برابر ہے۔

مصنف عبدالرزاق (عربی لنک) کے مذکورہ باب کی روایات کے مطابق:

• حضرت علی سے لونڈی کی پنڈلی، پیٹ اور پیٹھ وغیرہ دیکھنے کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ کوئی مضائقہ نہیں۔ لونڈی کی کوئی حرمت نہیں۔ وہ (بازار میں) اسی لیے تو کھڑی ہے کہ ہم (دیکھ بھال کر) اس کا بھاو لگا سکیں۔ (عربی متن: عن ابن جریج قال: إخبرنی من إصدق عمن، سمع علیا، یسأل عن الأمة تباع إینظر إلی ساقها، وعجزها، وإلی بطنها؟. قال: «لا بأس بذلک، لا حرمة لها، إنما وقفت لنساومها»)
• عبداللہ بن عمر کے تلامذہ بیان کرتے ہیں کہ انھیں جب کوئی لونڈی خریدنا ہوتی تو اس کی پیٹھ، پیٹ اور پنڈلیاں ننگی کرکے دیکھتے تھے۔ اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر دیکھتے تھے اور سینے پر پستانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر دیکھتے تھے۔
• مجاہد کا بیان ہے کہ ایک موقع پر ابن عمر بازار میں آئے تو دیکھا کچھ تاجر لوگ ایک لونڈی کو خریدنے کے لیے الٹ پلٹ کر دیکھ رہے ہیں۔ انھوں نے آکر اس کی پنڈلیاں ننگی کرکے دیکھیں، پستانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر اس کو جھنجھوڑا اور پھر خریدنے والوں سے کہا کہ خرید لو۔ یعنی اس میں کوئی نقص نہیں۔ (عربی متن: عن ابن عیینة، عن عمرو بن دینار، عن مجاہد قال: کنت مع ابن عمر فی السوق، فأبصر بجاریة تباع، فکشف عن ساقها، وصکّ فی صدرها، وقال: «اشتروا». یریهم إنه لا بأس بذلک)

امام احمد بن حنبل:

کتاب الکافی فی فقہ الامام احمد (لنک):

ومایظهر دائماً من الأمة کالرأس والیدین إلی المرفقین والرجلین إلی الرکبتین لیس بعورة، لأن عمر رضی اللہ عنہ نہی الأمة عن التقنع والتشبہ بالحرائر، قال القاضی فی الجامع وماعدا ذلک عورة، لأنہ لایظہر غالباً، إشبہ ماتحت السرة.
وقال ابن حامد عورتہا کعورة الرجل، لماروی عمر بن شعیب عن إبیہ عن جدہ إن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: إذازوج إحدکم إمتہ عبدہ إو إجیرہ فلاینظر إلی شیء من عورتہ فإن ماتحت السرة إلی الرکبة عورة یرید عورة الأمة، رواہ الدار قطنی. ولأنہ من لم یکن رأسہ عورة

لم یکن صدرہ عورۃ،

ترجمہ:

اور جو باندی کا جسم عموماً ظاہر ہوتا ہے جیسے سر، کہنیوں تک ہاتھ، گھٹنوں تک پاؤں وغیرہ یہ ستر نہیں ہے کیونکہ عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے باندی عورت پر پابندی لگائی تھی کہ کہ وہ چادر سے خود کو نہیں ڈھانپ سکتی کیونکہ ایسا کرنا آزاد مسلمان عورت کی برابری کرنے کے برابر ہے۔ قاضی نے اپنی کتاب 'الجامع' میں کہا ہے کہ اس کے سوا (جو کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے) ستر ہے، کیونہ یہ عموماً ظاہر نہیں ہوتا، جیسے کہ وہ کچھ جو کہ ناف کے نیچے ہے۔ ابن حامد کہتے ہیں کہ باندی کا ستر وہی ہے جو کہ ایک مرد کا ستر ہے، جیسا کہ عمر بن شعیب نے اپنے باپ سے، اس نے اپنے جد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنی باندی کی شادی اپنے غلام سے یا اجیر سے کردے تو اسے اسکے ستر کو نہیں دیکھنا چاہیے جو کہ ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے۔ رسول اللہ کی مراد باندی عورت کا ستر تھی۔ اسے دار قطنی نے روایت کیا ہے۔ اور جس کا سر ستر میں شامل نہیں، تو اس کا سینہ بھی ستر نہیں۔

چنانچہ حنبلی مذہب کے یہ علماء بھی باندی عورت کے ستر کو ناف سے گھٹنے تک بیان کر رہے ہیں۔

مالکی مذہب کے امام ابن ابی زید (متوفی 386 ہجری) اپنی کتاب 'الجامع' میں لکھتے ہیں (آفیشنل انگریزی ترجمہ لنک):

He (Imam Malik) strongly rejected the behaviour of Madinan slave-girls in going out uncovered above the lower garment. He said, "I have spoken to the Sultan about it, and have received no reply."

ترجمہ:

"امام مالک کو یہ بات پسند نہیں تھی کہ مدینے میں باندی عورتیں ننگے سینوں کے ساتھ گھومیں۔ امام مالک کہتے ہیں کہ انہوں نے اس سلسلے میں سلطان سے بات بھی کی، لیکن سلطان نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا۔"

شیخ حمزہ یوسف کی ویڈیو (لنک) دیکھئے جہاں وہ بتلا رہے ہیں کہ عمر ابن خطاب کے دور میں مدینہ میں باندی عورتیں ننگے سینوں کے ساتھ گھومتی تھیں۔

مسلم اعتراض: باندی کے ننگے سینے والی روایات صحیح بخاری اور مسلم میں موجود نہیں

چاروں ائمہ کے متفقہ فتوے آپ کی خدمت میں پیش کر دیے ہیں۔ امام ابو حنیفہ اور امام مالک تو خود تابعی اور تبع تابعی ہیں اور انہوں نے مدینہ اور دوسرے شہروں کے صحابہ اور تابعین کا متواتر طرز عمل دیکھا ہے جہاں مدینہ میں باندیوں کو ننگے سینوں کے ساتھ گھمایا جاتا تھا اور یوں ہی ننگے سینوں کے ساتھ نیلامی کی بازاروں میں بیچا جاتا تھا۔ مصنف عبد الرزاق اور امام بیہقی کی ان روایات کے صحیح ہونے کے لیے کیا یہ ثبوت کافی نہیں کہ چاروں ائمہ کا متفقہ فتوی ان کے مطابق ہے؟

مسلمانوں کا طرز عمل یہ ہے کہ وہ ان تمام روایات اور متفقہ فتوؤں کو تو جھوٹ قرار دے رہے ہیں، مگر خود قاصر ہیں کہ اپنا کوئی ثبوت پیش کر سکیں۔ چنانچہ ان مسلمانوں کو چیلنج ہے کہ:

☆ بخاری اور مسلم و صحاح ستہ سے روایات پیش کریں کہ باندی حجاب لیتی تھی اور آزاد مسلم عورت کی طرح سینے ڈھاکتی تھی۔

☆ بخاری و مسلم سے روایت پیش کریں کہ یہ باندیاں باپردہ ہو کر نیلامی کے بازاروں میں بیچی جاتی تھیں

☆ بخاری و مسلم سے روایت پیش کریں کہ گاہکوں کو انہیں چھونے کا کوئی حق حاصل نہ تھا

☆ کسی سلف امام کا فتوی پیش کریں کہ باندی کو بھی حجاب کرنا ہے، اور اس کا سینہ ننگا نہیں بلکہ سینہ بھی اس کے ستر میں شامل ہے۔

بخاری اور مسلم نے لگتا ہے کہ یہ روایات اس لیے جمع نہیں کیں کیونکہ اس وقت تک مسلمان عرب سے باہر نکل کر دیگر علاقوں کی ترقی یافتہ تہذیبوں سے رابطہ کر چکے تھے کہ جہاں باندی کے سینے کو کپڑے سے ڈھانکا بھی جاتا تھا اور ام الولد کو بیچا بھی نہیں جاتا تھا۔ اسی وجہ سے امام مالک کے زمانے میں ہی امام مالک کو باندیوں کے ننگے سینوں پر اعتراض ہو گیا تھا اور وہ خلیفہ کے ساتھ مل کر باندیوں کے ننگے پن کو ختم کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ بعد میں بخاری و مسلم کے زمانے تک ان لوگوں کو احساس ہو چکا تھا کہ باندیوں کا یہ ننگا پن اسلامی شریعت کے لی باعثِ شرم و عار ہے۔ مگر چونکہ شریعت کے حلال اللہ کو بخاری و مسلم حرام نہیں کر سکتے تھے، اس لیے لگتا ہے کہ شرم کے باعث انہیں نے ان روایات کو اپنی کتابوں میں جمع نہ کیا۔

پردہ صرف آزاد مسلمان عورت کا "حق و شرف" تھا، اور باندی عورت کے زبردست استحصال کا ذریعہ تھا

یہ ایک ناقابل یقین بات ہے، مگر حقیقت ہے کہ اسلام میں حجاب فقط آزاد مسلم عورت کا "حق" تھا، جبکہ کنیز باندی کو حجاب کرنے کا سرے سے کوئی حق ہی نہیں تھا، بلکہ اگر غلطی سے کوئی کنیز حجاب لے لیتی تھی تو سوٹیوں سے مار مار کر اسکے سر سے حجاب کھینچ لیا جاتا تھا۔

سب سے پہلے اسلام میں پردے کا حکم اس لیے نازل ہوا کہ آزاد عورتوں کی کنیز باندیوں سے الگ شناخت ہو سکے۔ یہ سن 5 ہجری کا واقعہ ہے۔

> [القرآن 33:59] اے نبی کہو! اپنی بیویوں سے اور اپنی بیٹیوں سے اور اہلِ ایمان کی عورتوں سے کہ وہ لٹکا لیا کریں اپنی جلباب (چادر)۔ یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ **پہچان لی جائیں اور نہ ستائی جائیں۔**

سب سے پہلے سمجھنے کی ضرورت ہے کہ آیت مبارکہ کے اس ٹکڑے سے کیا مراد ہے کہ: "۔۔۔ **تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور ستائی نہ جائیں۔۔۔**؟

اس آیت کی تفسیر میں ابو مالک، ابو صالح، قتادہ، کلبی، معاویہ بن قرہ، حسن، سدی اور مجاہد ان سب سے بہت سی روایات مروی ہیں اور وہ سب متفق ہیں کہ یہ آیت اس لیے نازل ہوئی کیونکہ مدینے میں لوگ (صحابہ) سڑکوں کے کنارے بیٹھے ہوتے تھے اور پہلے کنیز اور آزاد عورت کے فرق نہ پتا ہونے کی وجہ سے تمام آزاد و کنیز عورتوں کو یکساں ستایا کرتے تھے۔ مگر بعد میں جب جلباب کی وجہ سے انہیں علم ہو جاتا تھا کہ کون آزاد عورت ہے اور کون کنیز، تو پھر وہ آزاد عورتوں کو ستانے سے باز رہتے تھے۔ (دیکھیئے تفسیر طبری اس آیت کی ذیل میں جہاں یہ سب روایات موجود ہیں۔ لنک۔)

ابن کثیر الدمشقی اپنی مشہور تفسیر میں اس آیت کے ذیل میں لکھتا ہے (لنک):

> آیت میں مومنوں کی عورتوں کا ذکر ہے۔ جلباب کا لٹکانا چونکہ علامت ہے آزاد پاک دامن عورتوں کی کی اس لئے یہ چادر کے لٹکانے سے پہچان لی جائیں گی کہ یہ نہ واہی عورتیں ہیں نہ لونڈیاں ہیں۔ سدی کا قول ہے کہ لوگ اندھیری راتوں میں راستے سے گزرنے والی عورتوں پر آوازے کستے تھے اس لئے یہ نشان ہو گیا کہ گھر گرہست عورتوں اور لونڈیوں باندیوں وغیرہ میں تمیز ہو جائے اور ان پاک دامن عورتوں پر کوئی آوازیں نہ کسے۔

نوٹ:

زمانہ جاہلیت میں عورت اپنے سینوں پر کچھ نہیں ڈالتی تھیں۔ سورۃ نور کی آیت 31 کے ضمن میں ابن کثیر لکھتا ہے (لنک):

> وقوله تعالى { وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ } يعني المقانع يعمل لها صنفات ضاربات على صدورهن لتواري ما تحتها من صدرها وترائبها ليخالفن شعار نساء اهل الجاهلية فإنهن لم يكن يفعلن ذلك، بل كانت المرأة منهن تمر بين الرجال مسفحة بصدرها، لا يواريه شيء، وربما اظهرت عنقها وذوائب شعرها واقرطة آذانها
>
> ترجمہ:
>
> ۔۔۔ (آزاد مسلمان) عورتوں کو چاہئے کہ اپنے دوپٹوں سے یا اور کپڑے سے اپنے سینہ اور گلے کا زیور چھپائیں۔ زمانہ جاہلیت میں اس کا رواج نہ تھا اور عورتیں اپنے سینوں پر کچھ نہیں ڈالتیں تھیں۔۔۔

اور عبدالرزاق نے تابعی حسن البصری (متوفی 110 ہجری) سے روایت کی ہے:

> عبد الرزاق عن معمر عن الحسن قال كن إماء بالمدينة يقال لهن كذا وكذا كن يخرجن فيتعرض لهن السفهاء فيؤذونهن لانه فكانت المرأة الحرة تخرج فيحسبون إنها أمة فيتعرضون لها ويؤذونها فأخبرنا فأمر النبي صلى الله عليه وسلم المؤمنات ان يدنين عليهن من جلابيبهن ذلك ادنى ان يعرفن من الاماء انهن حرائر فلا يؤذين
>
> ترجمہ:
>
> حسن بصری کہتے ہیں کہ مدینہ میں جب کنیز عورتیں باہر جاتی تھیں تو ان پر آوازیں کسی جاتی تھیں۔ (ایک رات) کچھ شریر لوگوں نے عورتوں کے ایک گروپ کا پیچھا کیا اور انہیں ستایا کیونکہ وہ سمجھے یہ وہ بھی کنیز باندیاں ہیں، جبکہ حقیقت میں وہ آزاد مسلمان عورتیں تھیں۔ اس وجہ سے رسول اللہ (ص) نے آزاد مسلمان عورتوں کو حکم دیا کہ وہ وہ اپنی جلباب (چادر) اپنے اوپر ڈال لیں، تاکہ وہ بطور آزاد عورت ایک کنیز باندی سے ممتاز ہو سکیں تاکہ وہ ستائی نہ جائیں۔

عام مسلمان عوام کو یہ سب کچھ پہلی نظر میں انتہائی عجیب و غریب نظر آئے گا۔ مگر یہی حقیقت ہے اور ملا حضرات کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ وہ ان حقائق کو عام مسلمانوں سے چھپا کر رکھیں۔

نوٹ:
اصل میں زمانہ جاہلیت کے عرب علاقے آشور (Assariya) میں ایک یہ رواج بھی تھا کہ اونچے درجے کی آزاد خواتین پردہ کرتی تھیں اور اسے ان کا شرف اور حق سمجھا جاتا تھا، جبکہ باندیوں کے سینے ننگے کروا دیے جاتے تھے (لنک)۔

https://en.wikipedia.org/wiki/Women_in_pre-Islamic_Arabia#Veiling
Veiling:
During pre-Islamic times, the Assyrian law clearly depicted within their written regulation who was allowed to veil. Those women who were family to "seigniors" had to veil as well as those who were previously prostitutes but now married. Laws on veiling were so strict that intolerable consequences were enacted for these women, some of which included beating or cutting their ears off. **Prostitutes and slaves were prohibited from veiling**.

اسی چیز کو محمد یہاں دوبارہ جاری کر رہے ہیں۔

ورنہ اگر شرم و حیا کا مسئلہ ہوتا تو پھر محمد صاحب باندیوں پر حجاب لینے کی پابندی نہ لگاتے، بلکہ انہیں بھی آزاد عورت کے ساتھ حکم دیتے کہ اپنے ننگے سینوں کو وہ ڈھانکیں۔ اور کسی صحابی نے بھی محمد صاحب کے اس حکم کے خلاف کوئی بغاوت نہیں کرنی تھی۔

چنانچہ محمد صاحب جب حجاب کی آیت کے نزول کا دعویٰ کر رہے تھے، تو اس وقت انکی نیت سرے سے "شرم و حیا" کی نہیں تھی، بلکہ آزاد مسلمان عورتوں اور باندیوں میں تفاوت پیدا کرنے کی تھی۔ مگر آج دیکھیں تو تمام مسلمان محمد صاحب کے بر عکس، حجاب کو زبردستی "شرم و حیا" سے جوڑنے پر لگے ہوتے ہیں۔

صحیح بخاری کتاب المغازی میں ہے کہ جب نبی اسلام نے صفیہ بنت حیی کو اپنے لیے منتخب کیا تو مسلمانوں نے کہا کہ یہ یا تو امہات المؤمنین میں سے ہے یا باندیوں میں سے تو اگر انہوں نے اسے پردہ کرایا تو یہ امہات المؤمنین میں سے ہو گی اور اگر نہیں کرایا تو کنیز اور باندی ہو گی، پھر جب نبی اسلام نے اسے پردہ کرایا تو مسلمانوں کو پتہ چل گیا کہ یہ ام المؤمنین ہے۔

صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ خیبر (لنک):

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ اور خیبر کے درمیان (مقام سد الصہباء میں) تین دن تک قیام فرمایا اور وہیں صفیہ رضی اللہ عنہا سے خلوت کی تھی پھر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مسلمانوں کو ولیمہ کی دعوت دی۔ آپ کے ولیمہ میں نہ روٹی تھی' نہ گوشت تھا صرف اتنا ہوا کہ آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو دستر خوان بچھانے کا حکم دیا اور وہ بچھا دیا گیا' پھر اس پر کھجور' پنیر اور گھی (کا ملیدہ) رکھ دیا۔ **مسلمانوں نے کہا کہ صفیہ امہات المؤمنین میں سے ہیں یا باندی ہیں ؟ کچھ لوگوں نے کہا کہ اگر آنحضرت نے انہیں پردے میں رکھا تو وہ امہات المؤمنین میں سے ہوں گی اور اگر آپ نے انہیں پردے میں نہیں رکھا تو پھر یہ اس کی علامت ہوگی کہ وہ باندی ہیں۔** آخر جب کوچ کا وقت ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے اپنی سواری پر پیچھے بیٹھنے کی جگہ بنائی اور ان کے لیے پردہ کیا۔

یعنی نبی اسلام خود نہ صرف باندیاں رکھتے تھے بلکہ انہیں پردہ بھی نہیں کرواتے تھے یعنی ان کی نظر میں باندی یا کنیز کی حیثیت محض "مال" کی سی ہوتی تھی، ان لوگوں کے لیے بہت بڑا سوالیہ نشان ہے جو اسلام میں عورت کے مقام کا راگ الاپتے نہیں تھکتے؟!

اور صحیح بخاری کی روایت دیکھئے کہ جناب صفیہ کے شوہر کو مسلمانوں نے قتل کیا، پھر انہیں پکڑ کر باندی بنا لیا، اور جب اگلے ہی دن وہ حیض سے پاک ہوئیں، تو راستے میں ہی پیغمبر اسلام نے انکے ساتھ سیکس کیا۔

صحیح بخاری کتاب المغازی (لنک):

جب اللہ تعالیٰ نے آنحضور کو خیبر کی فتح عنایت فرمائی تو آپ کے سامنے صفیہ بنت حیی بن اخطب کی خوبصورتی کا کسی نے ذکر کیا' ان کے شوہر قتل ہو گئے تھے اور ان کی شادی ابھی نئی ہوئی تھی۔ اس لیے حضور نے انہیں اپنے لیے لے لیا اور انہیں ساتھ لے کر حضور روانہ ہوئے۔ آخر جب ہم مقام سد الصہباء میں پہنچے تو صفیہ حیض سے پاک ہوئیں اور حضور نے ان کے ساتھ جماع (سیکس) کیا۔

اسلام کا ظلم ملاحظہ کیجئے کہ ایک طرف ان معصوم لڑکیوں اور عورتوں کے باپ، بھائی، شوہر اور بیٹوں کو انہوں نے قتل کیا ہوتا تھا، اور پھر اسی حالت میں انکے اوپر چڑھ دوڑتے تھے (یاد رہے کہ دخول کے علاوہ ان قیدی عورتوں کو پہلی رات ہی ننگا کر کے ان کے ننگے جسموں کے بوسے لینے، ہاتھ پھیرنے اور دیگر جسمانی لذتیں حاصل کرنے کے لیے کسی حیض کے انتظار کی ضرورت نہ تھی)۔

کیا اللہ کا اور پیغمبر کا یہی وہ خلقِ اعلیٰ ہے جسکا مسلمان 24 گھنٹے ڈھنڈھورا پیٹتے ہیں؟

پھر یہ روایات دیکھئے:

"وحیہ رسول اللہ کے پاس آئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ مجھے قیدیوں میں سے غلام بنانے کے لیے ایک لڑکی عنایت کی جائے، حضور نے فرمایا، جو مرضی ہے لے لو۔ اُس نے صفیہ بنت حیی کو اپنے قبضے میں لے لیا، ایک صحابی آپ کے پاس آئے اور کہا، یا رسول اللہ آپ نے وحیہ کو صفیہ دے دی ہے۔ وہ انتہائی خوبصورت ہونے کے علاوہ قبیلہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کی مشترکہ رئیسہ ہے۔ وہ آپ جیسے آدمی کی حقدار ہے۔ تو حضور نے فرمایا کہ صفیہ اور وحیہ، دونوں کو یہاں لاؤ۔ حضرت بلال بن رابح (موذّن) حضرت صفیہ کو لے کر آئے، ان کے ساتھ ایک اور یہودی لڑکی بھی تھی، **جب وہ اپنے بھائی بندوں کی لاشوں کے پاس سے گذریں تو اس لڑکی نے دھاڑیں مارتے ہوئے اپنے منہ پر تھپڑ مارنے شروع کر دیے، اس نے زمین سے مٹی لے کر اپنے بالوں میں ڈال لی، جب حضور نے اس لڑکی کو دیکھا تو انہیں بہت غصہ آیا اور آپ نے فرمایا؛ "اس چڑیل کو میری نظروں سے دور کر دو"۔** حضرت صفیہ کو حضور نے اپنے پیچھے آنے کے لیے کہا اور انہوں پر اپنی چادر پھینک دی جس کا مطلب تھا کہ حضرت صفیہ کو حضور نے اپنے لیے پسند فرمایا ہے۔ حضور نے وحیہ سے فرمایا کہ وہ کوئی اور لڑکی پسند کر لے۔ بعد میں نبیؐ کریم نے حضرت بلال کو سرزنش کرتے ہوئے کہا؛ "تم کیوں انہیں ان کے خاوندوں کی لاشوں کے پاس سے گذار کر لے کر آئے ہو، کیا تمہیں ان پر ذرا بھی ترس نہیں آیا"۔

(حوالہ: تاریخ طبری، جلد 8، صفحہ 122، انگریزی ترجمہ)

یاد رہے کہ یہ صرف صفیہ ہی نہیں تھیں کہ جنہیں باپ، بھائی اور شوہر کے قتل کے اگلے ہی دن سیکس کرنا پڑا، بلکہ ہر ہر قیدی عورت کو اس اذیت سے گذرنا پڑا جب مسلمان دن کو ان کے باپ، بھائی، بیٹوں کو قتل کرتے تھے اور اسی شام کو ان قیدی عورتوں کو ننگا کر کے انہیں سیکس سروس مہیا کرنے پر مجبور کرتے تھے۔ کیا اس سے بڑھ کا اور کوئی ظلم بھی ممکن ہے؟ (یاد رہے کہ یہود و نصاری تک اس ظلم کے خلاف تھے اور ایک قیدی عورتوں کو کم از کم 1 مہینے کی مہلت دیتے تھے کہ وہ اپنے پیاروں کے قتل کا غم سہہ لیں۔ صرف اس کے بعد جا کر وہ ان سے شادی کرتے تھے)۔

سیرۃ النبویہ۔ ابن ہشام صفحہ 766:

"اُس رات حضرت انس بن مالک کی والدہ اُم سلیم نے حضرت صفیہ کو سنوارا، وہ رات انہوں نے حضور کے خیمے میں بسر کی۔ "ابو ایوب، خالد بن زید نے پوری رات ہاتھ

میں تلوار لے کر گزاری اور صبح تک حضور کے خیمے کے گرد چکر لگاتے ہوئے پہرہ دیا۔ صبح جب حضور جاگے تو اس حرکت کی وجہ دریافت کی۔ انہوں نے جواب دیا مجھے آپ کی سلامتی کا ڈر تھا کیونکہ آپ نے اس کے باپ، خاوند اور دیگر عزیز و اقارب کو قتل کروایا ہے، اور ابھی تک اس نے اسلام بھی قبول نہیں کیا، مجھے آپ کی جان کا خطرہ تھا، حضور نے دعا کی اے اللہ جس طرح رات بھر ابو ایوب نے میری حفاظت کی ہے، اُسی طرح تو بھی اُس کی حفاظت فرما"۔

غالب کمال صاحب لکھتے ہیں کہ:

"آپ اپنی بہن، بیٹیوں، بیویوں اور رشتہ داروں کو ان عورتوں کی جگہ پر رکھ کر سوچیں، آج ہندو پاکستان پر چڑھائی کریں، فتح مند ہونے کے بعد آپ کی عورتوں کو یرغمال بنائیں اور رات کو اپنے خیموں میں ان سے زنا بالجبر کریں تو کیسا عالم ہو گا۔ آپ کی بے بسی کیسی ہو گی؟ کیا آپ اللہ سے شکوہ کریں گے، کیا آپ اس کی خدائی پر شک کریں گے؟ یا پھر آپ ایشور کی طاقت کے معترف ہو جائیں گے؟

یہ لونڈی عورتیں چند دن قبل آزادی سے اپنی زندگیاں گزار رہی ہوتی تھیں، اپنے بچوں کی پرورش کر رہی ہوتی تھیں، کوئی شادی کے خواب دیکھتی تھی تو کوئی اولاد پیدا ہونے کی خوشی، کوئی اپنے ماں باپ کی خدمت کر رہی ہوتی تھی، تو کوئی اپنے خاوند کی راہ دیکھ رہی ہوتی تھی۔ کوئی حاملہ ہوتی تھی، کوئی کمسن بچی کھیل کود میں مصروف ہوتی تھی۔
کمسن بچیوں کے نازک اور چھوٹے چھوٹے معصوم خواب ہوتے تھے، ہماری بہنوں اور بیٹیوں کی طرح معصوم، ہماری ماؤں کی طرح پاکباز اور سمجھدار، ہمدرد اور جفاکش، محبت اور احترام سے بھری ہوئی۔ دوسروں کا بھلا چاہنے والی چھوٹی چھوٹی باتوں پر ناراض ہونے والی، فکرمند ہونے والی، اپنے مردوں کی باہنوں میں تحفظ تلاش کرنے والی، سو جذبوں اور سو جذباتوں سے معمور، زندگی کی بے رحمی میں امید کا دیا جلائے ہوئے حوا کی بیٹیاں، مجبور، کمزور مگر پر عزم، اپنی زندگیاں بڑے آرام سے اپنے کمزور مردوں کی حفاظت میں گزارتی ہوئی۔

مگر پھر ایک دن اسلامی لشکر چڑھ آیا، اسلام کی دعوت دی، کافر مردوں نے اپنے مذہب کو ترک کر کے اسلام قبول کرنا گناہ جانا اور انکار کر دیا، وہ اسلام کے متعلق

جانتے بھی کیا تھے۔ صرف کلمہ پڑھنے سے حملے سے بچ بھی سکتے تھے، مگر نہ کیا۔ کیوں کرتے وہ اپنے مذہب کو تو جانتے تھے مگر اسلام سے ناواقف تھے، نبی اسلام نے ان کی گلیوں میں کبھی اسلام کی تبلیغ نا کی تھی۔

وہ سہمی ہوئی لڑکیاں کیا ہجرہ دہشت میں پہلی بار جنسی زیادتی پر روئی ہوں گی؟ کیا وہ اپنی فرج سے نکلتے خون کو دیکھ کر گھبرائی ہوں گی؟ کیا ان کی بے بسی تصور کی جا سکتی ہے؟ کیا ان کا دکھ سمجھا جا سکتا ہے؟ کیا جنسی زیادتی کرنے والے مفتوحین نیک انسان تھے؟ انسانیت کی رو سے تو وہ انسان ہی نہیں تھے۔ کیا جنسی عمل کی اس وحشت کے دوران ان لڑکیوں اور عورتوں کی آنکھوں کے سامنے اپنے مردہ رشتہ داروں کے چہرے آتے تھے؟ کیا ایک خیمے میں زیادتی کا شکار ہوتی ماں کو ساتھ کے خیمے میں درد سے کراہتی اپنی بیٹی کی آوازیں آتی ہوں گی؟ کیا وہ ڈرتی ہو گی کہ اس کی کمسن بیٹی اگلی صبح زندہ بھی ہو گی کہ نہیں؟ کئی بیٹیاں اگلی صبح مردہ بھی پائی جاتی ہوں گی۔ کئی ایسی بھی ہوں گی جو مزاحمت کرتی ہوں گی، ان پر تشدد بھی ہوتا ہو گا، ان کو قتل بھی کر دیا جاتا ہو گا (جیسا کہ ابو ایوب انصاری رات کو تلوار لے کر کھڑے ہو گئے تھے کہ اگر صفیہ سیکس کے وقت مزاحمت کریں تو وہ انہیں قتل کر ڈالیں)۔

رسول اللہ کا غیر مردوں کی نا محرم باندیوں کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر گھومنا پھرنا

ایک طرف پردے و شرم و حیا کے نام پر بے چاری عورت کی زندگی اجیرن، تو دوسری طرف رسول اللہ خود غیر مردوں کی نا محرم باندیوں کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے پبلک میں گھوم پھر رہے ہیں۔

سنن ابن ماجہ، زہد کا بیان (لنک):
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ إِنْ كَانَتْ الْأَمَةُ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَتَأْخُذُ بِيَدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا يَنْزِعُ يَدَهُ مِنْ يَدِهَا حَتَّى تَذْهَبَ بِهِ حَيْثُ شَاءَتْ مِنْ الْمَدِينَةِ فِي حَاجَتِهَا
ترجمہ:
حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے مدینہ کی ایک لونڈی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ پکڑتی پھر آپ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں سے

نہ نکالتے یہاں تک وہ آپ کو لے جاتی جہاں چاہتی اپنے کام کے لئے۔
سعودی مفتی البانی نے اس روایت پر "صحیح" کا حکم لگایا ہے (لنک)۔

یہاں سوال اٹھ کھڑا ہوتا ہے کہ محمد صاحب کو آخر ضرورت ہی کیا تھی کہ اس کا ہاتھ تھام کر شہر میں نکلتے؟ کیا محمد صاحب بغیر ہاتھ تھامے یہ کام انجام نہیں دے سکتے تھے؟
یہ یاد رہے کہ ہاتھ پکڑنے والی یہ باندی ننگے سینے کے ساتھ شہر میں گھومنے پر مجبور تھی، اور یہ چیز صورتحال کو مزید پیچیدہ بنا رہی ہے۔

یہی روایت صحیح بخاری میں بھی موجود ہے۔

صحیح بخاری، کتاب ادب کا بیان (لنک):
أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ إِنْ كَانَتْ الْأَمَةُ مِنْ إِمَاءِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَتَأْخُذُ بِيَدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَنْطَلِقُ بِهِ حَيْثُ شَاءَتْ
انس بن مالک رضی بیان کرتے ہیں کہ مدینہ والوں میں ایک لونڈی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑتی اور جہاں چاہتی لے جاتی۔

یہ ایسے شدید تضادات ہیں کہ جن میں بعد المشرقین پایا جاتا ہے۔ یہ تضادات ثابت کرتے ہیں کہ اسلامی شریعت بنانے والا کوئی آسمانی خدا نہیں، بلکہ محمد خود تھے، اس لیے محمد کی "انسانی غلطیوں" کے سبب اسلامی شریعت ایسے شدید تضادات کا شکار ہوئی۔

حجاب لینے پر عمر ابن الخطاب کا کنیز باندیوں کو سوٹیوں سے مارنا

نوٹ کیجئے:

- جلباب ایک بڑی چادر کو کہتے ہیں۔
- حجاب کی آیت (قرآن 33:59) میں قرآن کے مصنف نے آزاد مسلمان عورتوں کو یہی جلباب سر پر اوڑھنے، اور انکے ذریعے اپنے سینے اور جسم چھپانے کا حکم دیا ہے۔
- جبکہ 'خمار' سر کے چھوٹے سکارف کو کہتے ہیں جس سے صرف سر ڈھکتا ہے، جبکہ سینے ننگے رہتے تھے۔ آج کے دور میں عربی مرد آپ کو سروں پر یہی چھوٹا خمار پہنے نظر آتے ہیں۔

- باندی عورتوں کو سر پر صرف 'خمار' لینے کی اجازت ہوتی تھی جس سے سر ڈھک جاتے تھے لیکن سینے ننگے رہتے تھے۔

صحیح روایات کے مطابق اگر کوئی کنیز باندی غلطی سے بھی جلباب لے لیتی تھی تو عمر ابن الخطاب سوٹیاں مار مار کر زبردستی اسکے جلباب اتروا دیتے تھے (جس سے نہ صرف اس کا سر، بلکہ سینے بھی ننگے ہو جاتے تھے)۔

سعودی مفتی اعظم البانی نے اپنی کتاب الغلیل الارواء میں یہ 'صحیح' روایت نقل کی ہے (لنک):

إخرجه ابن إبی شیبة فی "المصنف" (1/82/2): حدثنا وکیع قال: حدثنا شعبة عن قتادة عن إنس قال: "رإی عمر إمة لنا مقنعة فضربها و قال: لا تشبهین بالحرائر". قلت: وہذا إسناد صحیح

ترجمہ:

امام ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب المصنف (لنک) میں نقل کیا ہے کہ عمر ابن الخطاب نے ایک کنیز باندی کو سر پر مقنعہ (جلباب/چھوٹی چادر) لیے دیکھا تو آپ نے اسکو ضرب لگائی اور کہا کہ وہ آزاد مسلم عورتوں کی 'برابری' کی کوشش نہ کرے۔

اس روایت کی اسناد صحیح ہیں۔

یہی روایت ابن قلابہ سے بھی مروی ہے (لنک)

اور عبدالرزاق (متوفی 211 ہجری) نقل کرتے ہیں (لنک):

عبد الرزاق عن معمر عن إیوب عن نافع إن عمر رإی جاریة خرجت من بیت حفصة متزینة علیها جلباب إو من بیت بعض إزواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فدخل عمر البیت فقال من ہذہ الجاریة فقالوا إمة لنا ــ إو قالوا إمة آل فلان ــ فتغیظ علیہم و قال إتخرجون إماء کم بزینتها تفتنون الناس

ترجمہ:

ایک مرتبہ عمر نے دیکھا کہ ایک نوجوان باندی لڑکی جناب حفصہ یا پھر ازواج نبی میں سے کسی کے گھر سے یوں نکل کر باہر گئی کہ اس نے جلباب پہنا ہوا تھا۔ اس پر عمر گھر میں داخل ہو گئے اور فرمایا: "یہ کون لڑکی ہے؟" انہوں نے کہ کہ یہ کسی کی کنیز لڑکی ہے۔ عمر ان لوگوں پر غضبناک ہوئے اور کہا: "یہ لڑکی جلباب کو سجائے چلی گئی، اور

یہ مسلمانوں میں فتنہ پیدا کر رہی ہے (کیونکہ وہ اسے آزاد سے علیحدہ کر کے بطور باندی پہچان نہیں پا رہے)۔

امام شعبانی (متوفی 189 ہجری) لکھتے ہیں (کتاب المبسوط، جلد 3، صفحہ 7):

ولا ینبغی للرجل إن ینظر من إمة غیرہ إذا کانت بالغة إو تشتھی مثلھا إو توطأ إلا ماینظر إلیه من ذوات المحرم ولا بأس بأن ینظر إلی شعرھا وإلی صدرھا وإلی ثدیھا وعضدھا وقدمھا وساقھا ولا ینظر إلی بطنھا ولا إلی ظھرھا ولا إلی ما بین السرة منھا حتی یجاوز الرکبة

ترجمہ:
ایک آدمی کو اجازت نہیں ہے کہ وہ کسی کنیز عورت کو بلوغت کی عمر پہنچ جاA نے کے بعد دیکھے یا اسکی خواہش کرے سوائے اپنی کنیز عورت کے۔ وہ دوسرے کی کنیز عورت کے صرف وہ حصے دیکھ سکتا ہے جس کی محرم رشتے داروں کی صورت میں اجازت ہے۔ چنانچہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں اگر وہ دوسرے کی کنیز کے بالوں، اسکے پستان (سینے)، اسکے پستانوں، اسکے ہاتھ اور پاؤں کو دیکھے۔ کنیز عورت کے جن حصوں کو دیکھنے کی اجازت نہیں ہے وہ اسکا پیٹ یا کمر ہیں، اور وہ کچھ جو کہ اسکی ناف اور گھٹنوں کے درمیان ہے۔

اور عبدلرزاق اپنی کتاب المنصنف میں ابن جریج (متوفی 150 ہجری) سے نقل کرتے ہیں (لنک):

عبد الرزاق عن بن جریج قال بلغنی عن إشیاخ من إھل المدینة إن الخمر علی الإماء إذا حضن ولیس علیھن الجلابیب

ترجمہ:
ابن جریج کہتے ہیں کہ مدینے کے شیوخ کے مطابق جب باندی لڑکی کو حیض آنا شروع ہو جاتا تھا تو وہ سروں پر خمار (سر کا سکارف) لیتی تھیں، لیکن جلباب نہیں لیتی تھیں (جو کہ سر کے ساتھ سینے اور پورے جسم کو ڈھانپتی تھی)۔

اور سعودی مفتی اعظم البانی اپنی کتاب ارواء الغلیل میں لکھتا ہے (لنک):

حدثنا علی بن مسھر عن المختار بن فلفل عن إنس بن مالک قال: "دخلت علی عمر بن الخطاب إمة قد کان یعرفھا لبعض المھاجرین إو الأنصار, وعلیھا جلباب متقنعة به, فسألھا: عتقت؟ قالت: لا: قال: فما بال الجلباب؟! ضعیه عن رإسک, إنما الجلباب علی الحرائر من نساء المؤمنین, فتلکأت, فقام إلیھا بالدرة, فضرب بھا رإسھا حتی إلقته عن رإسھا".

قلت: وہذا اسند صحیح علی شرط مسلم.
ترجمہ:
صحابی انس ابن مالک کہتے ہیں: کسی مہاجر یا انصار کی باندی عمر ابن خطاب کے پاس اس حالت میں آئی کہ اس نے جلباب پہنی ہوئی تھی (جلباب: وہ چادر جو سر کو ہی نہیں بلکہ ننگے سینوں کو بھی ڈھانپنے کے لیے استعمال ہوتی تھی)۔ عمر نے اس سے کہا: "کیا تمہیں آزاد کر دیا گیا ہے؟" اُس نے کہا: "نہیں۔" اس پر عمر نے کہا: "تو پھر اس جلباب کو سر سے اتار دو کیونکہ جلباب صرف آزاد مسلم عورت کے لیے ہے۔" باندی نے جلباب کو اتارنے میں ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا، تو اس پر عمر اٹھے اور انہوں نے اس باندی کو درے سے مارنا شروع کر دیا اور اس کے سر پر ضرب لگائی حتیٰ کہ باندی نے جلباب اتار پھینکا۔
البانی کہتے ہیں کہ یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر 'صحیح' ہے۔

اور تو اور کنیز باندیوں کے لیے نماز میں بھی حجاب نہ تھا۔ امام ابن حزم اپنی کتاب المحلیٰ میں نقل کرتے ہیں (لنک):

لا یستحی من إن یطلق إن للمملوکۃ إن تصلی عریانۃ یری الناس ثدییہا وخاصرتہا
ترجمہ:
امام ابو حنیفہ کو یہ کہنے میں کوئی تامل نہ تھا کہ کنیز باندی عریاں ہو کر نماز پڑھے گی اور لوگ اسکی کھلی چھاتیوں اور پیٹھ کو دیکھ سکتے ہیں۔

اور سعودی مفتی اعظم شیخ عثیمین کتاب الشرح الممتع (لنک) میں لکھتا ہے:

الأَمَۃُ- ولو بالغۃ- وہی المملوکۃ، فعورتہا من السُّرَّۃ إلى الرُّکبۃ، فلو صلَّت الأَمَۃُ مکشوفۃ البدن ما عدا ما بین السُّرَّۃ والرُّکبۃ، فصلاتہا صحیحۃ، لأنَّہا سترت ما یجب علیہا سَتْرُہ فی الصَّلاۃ.
ترجمہ:
ایک باندی، چاہے وہ بالغ ہو اور کسی کی ملکیت میں ہو، اس کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے، اور اگر وہ اس حالت میں نماز پڑھے کہ ناف اور گھٹنے کے درمیان کے علاوہ اس کا بقیہ پورا جسم ننگا ہو، تب بھی اس کی نماز صحیح ہے کیونکہ اس نے اس جگہ کو ڈھانپ رکھا ہے کہ جس کی نماز میں ضرورت ہے۔

کیا آپ کو اسلام کے عورت کے حوالے سے 2 انتہاؤوں پر جاتے دوغلے رویے نظر آتے ہیں؟

• ایک طرف مسلمان آزاد عورت کے نام پر عورت پر اتنی شدید پابندیاں لگائیں کہ وہ فقط آنکھ کھلی رکھ کر باہر نکل سکتی ہے، اور بقیہ ہاتھوں میں دستانے ہوتے ہیں اور پاؤں میں جرابیں۔

• مگر دوسری طرف کنیز باندی کے نام پر اسلام نے عورت کو اتنا ننگا کیا کہ 1400 سال تک اسلامی معاشروں میں (بشمول جناب محمد کے دور کے) سینکڑوں ہزاروں کنیز باندیاں ننگے سر اور ننگی چھاتیوں معاشرے میں پھر رہی ہوتی تھیں، ان پر آوازیں کسی جاتی تھی، لفنگا لوچر پن دکھا کر انہیں اذیت دی جاتی تھی۔

اسلام کا ظلم: مالک چاہے تو باندی سے پیدا ہونے والے اپنے ہی بیٹے/بیٹی کے نسب سے انکار کر کے انہیں ولد الحرام (حرامزادہ) بنا دے

کیا کوئی باپ واقعی اپنی اولاد کو خود حرامزادہ بنا سکتا ہے؟ اور یہی نہیں، بلکہ حرامزادہ بنا کر اپنا ہی غلام/باندی سکتا ہے؟ اور یہ ہی نہیں، غلام اور باندی بنا کر اپنے ہی بیٹے اور بیٹی کو آگے بازاروں میں نیلام کر کے پیسہ کما سکتا ہے؟

یقیناً انسان ایسا سوچ کر ہی کانپ جاتا ہے۔ مگر اسلام میں ایسا ہے کیونکہ محمد صاحب نے غلامی کے معاملے میں اہل کتاب کی موسوی شریعت کو چھوڑ کر زمانہ جاہلیت کے عرب قوانین کو اسلامی شریعت کا حصہ بنایا کیونکہ ان قوانین سے زیادہ پیسہ بنتا تھا.

سنن ابن ماجہ، وراثت کا بیان (لنک):

> عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس بچہ کا نسب اس کے باپ کے مرنے کے بعد اس سے ملایا جائے اس طرح کہ اس کے وارث اس کے مرنے کے بعد یہ دعوی کریں کہ یہ اس کا بچہ ہے تو آپ نے اس کے بارے میں یہ فیصلہ فرمایا کہ جو بچہ ایسی باندی سے ہو جو بوقت صحبت اس کی ملکیت میں تھی تو اس بچے کا نسب اس شخص سے مل جائے گا... **لیکن اگر باپ نے اپنی زندگی میں ہی اپنی باندی سے پیدا ہونے والے اس بچے کے نسب کا انکار کر دیا (کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے) تو پھر اس بچے کا نسب باپ سے ثابت نہیں ہو گا۔**
> البانی نے اس روایت پر حسن کا حکم لگایا ہے (لنک)۔

یہی روایت سنن ابو داؤد میں عمرو بن شعیب سے نقل ہوئی ہے، اور اس پر بھی حسن کا حکم ہے (لنک)

امام سرخسی اپنی کتاب مبسوط السرخسی میں لکھتے ہیں (لنک):

وولد ام الولد ثابت من المولی مالم ینفه لأنها فراش له و قال علیه الصلاة والسلام الولد للفراش و لکن ینتفی عنه بمجرد النفی عندنا

ترجمہ:

باندی سے پیدا ہونے والی اولاد کے نسب کو صرف اس وقت مالک سے جوڑا جائے گا جب وہ مالک اس کا انکار نہیں کرتا کیونکہ وہ باندی اس کے ساتھ ہمبستر ہوئی۔ پھر رسول اللہ علیہ الصلوۃ السلام نے فرمایا کہ بچے کا نسب مالک سے اس صورت میں نہیں جڑے گا اگر مالک اس کا انکار کر دے۔

اور امام ابن ھمام اپنی کتاب فتح القدیر میں لکھتے ہیں (لنک):

إم الولد بسبب إن ولدہا، وإن ثبت نسبه بلا دعوة ینتفی نسبه بمجرد نفیه، بخلاف المنکوحة لا ینتفی نسب ولدہا إلا باللعان

ترجمہ: کنیز باندی کا بچہ، جس کی ولدیت اگر بغیر کسی ثبوت کے بھی ثابت ہو سکتی ہو، مگر اگر مالک اسکا انکار کر دے تو بچے کا نسب جاری نہ ہوگا اور یہ حکم (آزاد عورت سے کیے گئے) نکاح کے برخلاف ہے جہاں ایک بچے کی ولدیت سے اُسوقت تک انکار نہیں کیا جا سکتا جبتک کہ "لعان" کی منزل نہ طے کر لی جائے۔

اور امام شوکانی اپنی کتاب نیل الاوطار میں لکھتے ہیں (لنک):

وروی عن إبی حنیفة والثوری وہو مذہب الہادویة إن الأمة لا یثبت فراشہا إلا بدعوة الولد ولا یکفی الإقرار بالوطئ، فإن لم یدعه کان ملکا له

ترجمہ: ابی حنیفہ سے مروی ہے اور الثوری سے بھی اور یہ ھادویہ مذہب ہے کہ کنیز باندی کے بچے کا نسب باپ (مالک) کے دعوے کے بغیر ثابت نہیں ہوتا، اور فقط ہمبستری کرکے وطی کرنا کافی نہیں ہے۔ اور اگر وہ (مالک باپ) نسب کا دعوی نہیں کرتا تو پھر وہ بچہ اُس (مالک باپ) کے لیے غلام بن جائے گا۔

اور فتاوی عالمگیری، جلد 6، کتاب الدعوی (لنک) میں ہے:

اگر مسلمان کی ام ولد (وہ باندی جس سے مالک کی اولاد ہو جائے) مجوسی یا مرتد ہے تو اس کا بچہ مالک کو لازم نہیں ہے۔

انکار کی صورت میں مالک کا اپنا سگا بیٹا اور بیٹی ولد الحرام (حرامزادے) بند جاتے ہیں اور باپ اپنے ہی بیٹے/بیٹی کو بطور غلام/باندی آگے بیچ سکتا ہے۔

کیا آپ کو کسی بھی پہلو سے اپنی اولاد کو غلام/باندی بنانے کا حکم کسی علیم و حکیم اللہ کی دانشمندی کا نتیجہ نظر آ رہے ہیں؟

مسئلہ یہ ہے کہ کوئی ایسا علیم و حکیم اللہ تو موجود نہ تھا، بلکہ محمد صاحب اپنی طرف سے وحی کا ڈرامہ کر رہے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے زمانے کے کفار کے غلامی کے اصولوں کو اللہ کے نام پر جاری کر دیا۔

اگر محمد صاحب کفار کی بجائے یہود و نصاری کے غلامی کی اصولوں کی ہی پیروی کر لیتے تب بھی اسلامی شریعت میں اپنی ہی اولاد کو غلام/باندی بنا لینے کے احکامات نہ آ پاتے۔

مالک کی مرضی ہے وہ جب چاہے غلام سے اسکی بیوی چھین کر اسکے ساتھ سیکس شروع کر دے

نہ صرف یہ کہ نکاح جیسی ضرورت پوری کرنے کے لیے غلام اپنے مالک کے پورے رحم و کرم پر ہے، بلکہ نکاح کے بعد بھی مالک کی مرضی ہے کہ وہ جب چاہے بیوی بچوں کو علیحدہ بیچ ڈالے اور غلام کے خاندان کا شیرازہ بکھیر دے۔ اور جب چاہے غلام کی بیوی کو اس سے چھین کر اسکے ساتھ سیکس شروع کر دے۔

صحیح بخاری، کتاب النکاح (لنک، تصویری امیج)

وَقَالَ أَنَسٌ : { وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ } ذَوَاتُ الأَزْوَاجِ الْحَرَائِرُ حَرَامٌ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ لَا يَرَى بَأْسًا أَنْ يَنْزِعَ الرَّجُلُ جَارِيَتَهُ مِنْ عَبْدِهِ.

ترجمہ:

حضرت انس بن مالک نے فرمایا: قرآنی آیت "وماملکت ایمانکم (سورۃ النساء)" کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کی لونڈی اسکے غلام کے نکاح میں ہو تو اس کو غلام سے لے کر خود اپنی بیوی بنا سکتا ہے۔

کیا یہ ہی غلاموں کے وہ حقوق ہیں کہ جن کا اسلام ڈھنڈھورا پیٹتا ہے؟

کنیز باندی کو اسکے کچھ ماہ کے چھوٹے بچے سے علیحدہ کرکے بیچ دینا

ولا يفرق بين الام وولدها في البيع حتى يثغر

اور کنیز عورت کو بچے سے علیحدہ کرکے اس وقت تک نہ بیچا جائے جبتک بچے کے دو دانت نہ نکل آئیں

(الرسالہ، فقہ امام مالک)

امام عبداللہ ابن ابی زید اپنے مالکی فقہ کے رسالے میں لکھتے ہیں (لنک):

> ولا یفرق بین الام وولدہا فی البیع حتی یثغر.
>
> ترجمہ:
>
> اور کنیز کا مالک اپنی اس کنیز عورت کو اپنے بچے سے علیحدہ اس وقت تک کسی اور کے پاس نہیں بیچ سکتا جبتک کہ اس چھوٹے بچے کے دو دانت نہ نکل آئیں۔

ہر ماں اس پر صرف خون کے آنسو ہی بہائے گی اگر اس کے 8 مہینے کے بچے کو اس سے جدا کرکے غلامی کے بازاروں میں بیچ ڈالا جائے۔

یہی بچوں سے علیحدہ کرکے ان کی ماوؤں کو بیچنے کی بات اس حدیث میں بھی موجود ہے:

سنن ابن ماجہ (لنک):
جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، يَقُولُ كُنَّا نَبِيعُ سَرَارِيَنَا وَأُمَّهَاتِ أَوْلَادِنَا وَالنَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فِينَا حَيٌّ لاَ نَرَى بِذَلِكَ بَأْسًا .

ترجمہ:
صحابی جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ ہم اپنی باندی عورتوں اور ام الولد باندیوں کو رسول اللہ کے عہد میں (بچوں سے علیحدہ کر کے) بیچ ڈالتے تھے، اور ہم انہیں بیچنے میں کوئی ہرج نہیں سمجھتے تھے۔
اس روایت کو بھی سعودی مفتی البانی نے " صحیح" قرار دیا ہے (لنک)

یہ ایک لائن کا چھوٹا سا فتویٰ نہیں، بلکہ یہ مسلمانوں کی 1400 سالہ تاریخ ہے۔ وہ تاریخ کہ جس میں اسکی وجہ سے لاکھوں نہیں بلکہ کڑوڑوں کنیز ماوؤں اور غلام باپوں کو 1400 سالوں میں انکے بچوں سے جدا کر ڈالا گیا۔ کنیز ماں کو تو پھر بچے کے 2 دانت نکلنے تک بچے کے ساتھ رہنے دیا گیا، مگر غلام باپ کو تو یہ حق بھی نہ دیا گیا، اور باپ کو تو بچے کی پیدائش سے قبل یا فوراً بعد جب جی چاہا بیچ ڈالا۔ غلام ماں باپ کا کوئی خاندان نہیں، کوئی اولاد پاس نہیں جو بڑھاپے میں انکا سہارا بنے۔

اور صحابہ کے دور کے ایک عیسائی شخص (640 CE) نے مسلمانوں کے قتل و خون، اور ماوؤں سے ان کے بچوں کو چھیننے اور دیگر انسانی جرائم کی صورتحال یوں بیان کی ہے (لنک):

They take the wife away from her husband and slay him like a sheep. They throw the babe from her mother and drive her into slavery; the child calls out from the ground and the mother hears, yet what is she to do?...They separate the children from the mother like the soul from within the body, and she watches as they divide her loved ones from off her lap, two of them go to two masters, herself to another[...] Her children cry out in lament, their eyes hot with tears. She turns to her loved ones, milk pouring forth from her breast: "Go in peace, my darlings, and may God accompany you."
— *Seeing Islam As Others Saw It: A Survey and Evaluation of Christian, Jewish and Zoroastrian Writings on Early Islam*, *Robert G. Hoyland[51]*

نوٹ:

اسلام عذر خواہ ابن ماجہ کی یہ روایت پیش کرتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام نے باندی اور اس کے بچے میں جدائی حرام کی ہے:

سنن ابن ماجہ (لنک):

> ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو ماں بیٹے، اور بھائی بھائی کے درمیان جدائی ڈال دے۔
> تخریج الحدیث: (ضعیف) » (سند میں ابراہیم بن اسماعیل ضعیف راوی ہیں)

ان اسلام عذر خواہوں کی بددیانتی یہ ہے کہ یہ ساتھ میں یہ نہیں بتاتے کہ یہ روایت باندی اور اس کے بچے کے متعلق نہیں ہے، بلکہ آزاد ماں اور بیٹے کے متعلق ہے، اور دوسرا یہ کہ یہ روایت خود ان کے اپنے سٹینڈرڈز کے حساب سے ضعیف ہے۔

غلام کی پوری فیملی "خاندان" مالک کے رحم و کرم پر تھی

اسلامی شریعت کے مطابق:

- غلاموں کو اجازت ہی نہ تھی کہ وہ خود سے شادی کر کے اپنی فیملی قائم کر سکیں۔
- غلام اپنی فیملی کی تکمیل کے لیے مکمل طور پر مالک کے رحم و کرم پر تھے۔
- اگر کوئی غلام مالک کی مرضی کے بغیر باندی سے اس کی مرضی سے شادی کر لیتا تھا، تب بھی ایسی شادی کو اسلامی شریعت "زنا" کہتی تھی، اور اس پر غلام اور باندی کو کوڑوں کی سزا دیتی تھی۔
- اگر مالک رحم کھا کر غلام کی شادی اپنی کسی باندی سے کر بھی دیتا تھا، تب بھی مالک کو مکمل اجازت ہوتی تھی کہ وہ غلام کا خاندان تباہ کرتے ہوئے کسی بھی وقت باندی کو اپنے تصرف میں لا کر اس کے ساتھ سیکس شروع کر دے۔
- اور اگر باندی کے ہاں بچہ بھی پیدا ہو جاتا تھا، تب بھی مالک ایسی فیملی کو توڑ ڈالتے تھے، اور جب بچہ 6 مہینے کا ہو جاتا تھا (دو دانت نکل آتے تھے) تو مالک بچے کو ماں سے جدا کر کے غلامی کے بازاروں میں بیچ ڈالتا تھا۔

- اور غلام باپ کے پاس تو یہ حق بھی نہ تھا کہ وہ اپنے بچے کو ایک دن بھی اپنے پاس رکھ پاتا، بلکہ مالک تو اس کو بچے کی پیدائش سے قبل بھی اس سے جدا کر کے بیچ سکتا تھا۔
- عموما مالک اپنی باندیوں کی شادی صرف ایسے غلام سے ہی کرتے تھے جو کہ صحتمند اور خوبرو ہوتا تھا، تاکہ جب بچہ پیدا ہو، تو وہ بھی صحتمند ہو، تاکہ اسے بیچ کر مالک خوب پیسہ کما سکے۔
کیا آپ نے دیکھا کہ مویشیوں کے فارم میں ایک تنومند بیل کو صرف اسی غرض سے رکھا جاتا ہے کہ وہ صحتمند کٹے فراہم کرے۔ یہی حال اسلام نے غلاموں کا بھی کیا ہوا تھا، جہاں باندی عورتوں کو مالک گائے کی طرح بچے پیدا کرنے، اور اس کے بعد انہیں بیچنے کے لیے استعمال کرتے تھے۔
اس سیٹ اپ میں بوڑھے مالک تنومند جوان غلام سے پہلے باندی کا اس کی مرضی کے بغیر ریپ کرواتے تھے، اور جب صحتمند بچہ پیدا ہو جاتا تھا، تو پھر غلام سے باندی کو واپس چھین کر، خود اس کا ریپ کر کے جنسی ہوس کا کھیل شروع کر دیتے تھے۔

یہ ہی وہ فائدے تھے کہ جس کی وجہ سے محمد صاحب نے یہود و نصاری کی موسوی شریعت کو نظر انداز کیا، اور اس معاملے میں غیر مذہب عرب قوانین کو اسلامی شریعت کا حصہ بنایا۔

اسلام نے بوڑھے قیدیوں کو قتل کروا دیا، کیونکہ وہ بطور غلام کام کاج نہیں کر سکتے تھے

محمد صاحب نے دشمن کے بوڑھے افراد کو قتل کرنے کا حکم دے دیا، چاہے انکا تعلق شہری آبادی سے ہی کیوں نہ ہو، اور انکا جنگ میں کوئی حصہ نہ بھی ہو۔ اس کی وجہ یہ تھی کیونکہ وہ بطور غلام کام کے قابل نہیں ہوتے اور نہ ہی انہیں بیچ کر پیسے ملتے بلکہ الٹا وہ مالک پر بوجھ ہوتے۔

سنن ترمذی، کتاب، کتاب السیر (لنک):

عن سمرة بن جندب إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اقتلوا شيوخ المشركين واستحيوا شرخهم والشرخ الغلمان الذين لم ينبتوا قال إبو عيسى هذا حديث حسن صحيح غريب ورواه الحجاج بن إرطاة عن قتادة نحوه

ترجمہ:

حضرت سمرة بن جندب بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم نے ارشاد فرمایا: "مشرکین

> کے عمر رسیدہ (ضعیف بوڑھے) افراد کو قتل کر دو البتہ ان کے (نابالغ) بچوں کو زندہ رہنے دو۔"
> اس روایت کے عربی لفظ "شرخ" کا مطلب وہ بچے جن کے زیرِ ناف بال نہ اگے ہوں۔
> یہ روایت کئی طریقوں سے نقل ہوئی ہے اور 'صحیح' ہے (لنک)۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو 'حسن صحیح غریب' کہا ہے اور لکھا ہے کہ یہی حدیث حجاج نے قتادہ سے بھی روایت کی ہے۔

ظلم کی یہ داستان پڑھتے ہوئے، کیا آپ کو ان بوڑھے لوگوں کی چیخیں سنائی دے رہی ہیں، جو کہ ذبح ہوتے وقت ان کے حلق سے نکل رہی تھیں؟

مالک اپنے غلام کو مار مار کر قتل کر دے تب بھی مالک پر کوئی حد نہیں

الامان۔۔۔

1. چاروں ائمہ متفق ہیں کہ مالک اپنے غلام کو قتل کر دے تو اس پر کوئی دیت ہے اور نہ ہی کوئی قصاص۔

2. یہ امام کہتے ہیں کہ کسی دوسرے شخص کے غلام کو بھی کوئی آزاد مسلمان قتل کر دے تو اس پر قصاص میں وہ آزاد شخص قتل نہیں کیا جائے گا۔ وجہ یہ ہے کہ آزاد اور غلام کے رتبے میں فرق ہے۔

3. ائمہ کے نزدیک کسی دوسرے کے غلام کے قتل کی سزا یہ ہے کہ 'آدھی' دیت کی رقم بطور جرمانہ ادا کر دی جائے۔ اور یہ آدھی دیت اس مقتول غلام کے بیوی بچوں کو نہیں ملے گی بلکہ غلام کے مالک کو ملے گی۔

امام ابو حنیفہ کے مطابق اگر مالک اپنے غلام کو قتل کر دیتا ہے تو جواب میں مالک کو قتل نہیں کیا جا سکتا۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب الہدایہ میں ہے (لنک):

> ولا یقتل الرجل بعبدہ ولا مدبرہ ولا مکاتبہ ولا بعبد ولدہ
> ترجمہ: آزاد مرد کو اپنے غلام کو قتل کرنے کے جرم میں جواباً قتل نہیں کیا جا سکتا، اور نہ ہی مدبر غلام کو قتل کرنے پر اور نہ ہی مکاتب غلام کے قتل کرنے پر۔

بقیہ تین آئمہ حنبلی، مالکی اور شافعی کے نزدیک اپنے غلام کے ساتھ ساتھ اگر آزاد مسلمان کسی دوسرے شخص کے غلام کو بھی قتل کر ڈالتا ہے تب بھی اسکو قصاص میں قتل نہیں کیا جاسکتا۔

امام القرطبیؒ نے اپنی مشہور تفسیر (آیت 2:178) کے ذیل میں اس سلسلے میں فقہاء کی آراء کو جمع کر دیا ہے (لنک):

والجمهور من العلماء لايقتلون الحر بالعبد، للتنويع والتقسيم في الآية. وقال أبو ثور: لما اتفق جميعهم على أنه لا قصاص بين العبيد والأحرار فيما دون النفوس كانت النفوس أحرى بذلك...
ترجمہ: اور جمہور علماء کا مؤقف ہے کہ آزاد مسلمان کو کسی بھی غلام کے قتل کرنے کے جواب میں ہرگز قتل نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اوپر موجود آیت میں ان آزاد اور غلام کی تقسیم یوں کر دی گئی ہے۔ جیسا کہ ابو ثور نے کہا: اور علماء کی اکثریت کا اس پر اتفاق ہے کہ غلاموں اور آزاد مردوں کے درمیان کوئی قصاص نہیں ہے کیونکہ غلام رتبے میں آزاد مردوں سے کم ہیں۔۔۔

اور امام عبداللہ ابن ابی زید (جنہیں چھوٹا امام مالک بھی کہا جاتا ہے)، وہ اپنے رسالے میں لکھتے ہیں (لنک):

ولا يقتل حر بعبد ويقتل به العبد ولا يقتل مسلم بكافر ويقتل به الكافر ولا قصاص بين حر وعبد في جرح ولا بين مسلم وكافر۔۔۔ ومن قتل عبدا فعليه قيمته
ترجمہ: ایک آزامرد کو ایک غلام کے قتل کرنے پر قتل نہیں کیا جائے گا، لیکن اگر کوئی غلام کسی آزاد شخص کو قتل کر دے تو غلام کو قتل کر دیا جائے گا۔ اور اگر آزاد شخص نے مار مار کر کسی غلام کو زخمی کر دیا ہے تو اس پر کوئی تلافی نہیں۔ اسی طرح آزاد شخص نے کسی کافر کو زخمی کر دیا ہے تو اس پر بھی کوئی تلافی نہیں۔۔۔ اگر کسی نے کسی دوسرے شخص کے غلام کو قتل کر دیا ہے تو صرف اس غلام کی قیمت ادا کی جائے گی۔

اور امام شافعی کتاب الام میں لکھتے ہیں (لنک):

وكذلك لا يقتل الرجل الحر بالعبد بحال، ولو قتل حر ذمي عبدا مؤمنا لم يقتل به۔
ترجمہ: اور کوئی آزاد شخص ایک غلام کو قتل کرنے پر کسی بھی صورت قتل نہیں کیا جائے گا۔ حتیٰ کہ اگر ایک آزاد کافر ذمی بھی ایک مسلمان غلام کو قتل کر دے تو تب بھی اس ذمی کو قتل نہیں کیا جاسکتا۔

اور فقہ کی کلاسیکل کتاب 'عمدۃ السالک وعدۃ الناسک' میں درج ہے (لنک):

> ولا تجب الدیۃ بقتل الحربی والمرتد ومن وجب رجمہ بالبینۃ او تحتم قتلہ فی المحاربۃ ولا علی السید بقتل عبدہ.
> ترجمہ: اگر کسی حربی شخص (ایسی قوم کا شخص جن کی مسلمانوں سے دشمنی ہے) کو قتل کر دیا ہے تو اس پر دیت کی رقم ادا کرنے کی بھی ضرورت نہیں، اور مرتد کے قتل پر بھی دیت نہیں، اور پتھروں سے رجم ہونے والے کی بھی دیت نہیں، اور اسکی بھی دیت نہیں جسے جنگ کے دوران قتل کرنا لازمی تھا، اور ایک مالک پر اپنے غلام کو قتل کر دینے پر بھی کوئی دیت نہیں۔

اور حنبلی فقہ کی مشہور کتاب الانصاف میں لکھا ہے (لنک):

> وَلَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ وَلَوْ ارْتَدَّ وَلَا حُرٌّ بِعَبْدٍ هذا الْمَذْهَبُ بِلَا رَيْبٍ وَعَلَيْهِ الأَصحاب
> ترجمہ: ایک مسلمان کو کسی کافر کے قتل کرنے پر قتل نہیں کیا جائے گا، حتیٰ کہ وہ اسلام سے پھر کر مرتد ہی کیوں نہ ہو گیا ہو۔ اور اسی طرح آزاد شخص کو غلام کو قتل کرنے پر قتل نہیں کیا جائے گا۔ اور یہ ہی بلاشک و شبہ صحیح مذہب ہے جس پر صحابہ کا ایمان تھا۔

اسلام سے ہزار سال قبل ہی قدیم یونان میں اگر کوئی شخص دوسرے کے غلام پر تشدد کرتا تو اس کا مالک جرمانہ وصول کر سکتا تھا۔ اگر کوئی شخص اپنے غلام پر ظلم کرتا تو کوئی بھی آزاد شہری اس معاملے کو عدالت تک لے جا سکتا تھا۔ سقراط کہتا ہے کہ سوائے قانونی تفتیش کے کسی بھی غلام کو موت کی سزا نہ دی جا سکتی تھی۔ ایتھنز میں ڈریکو کے آئین کے تحت غلام کو قتل کرنے کی سزا بھی موت ہی مقرر کی گئی (لنک)۔

نوٹ:

اسلام عذر خواہ عام عوام کو دھوکہ دینے کے لیے 2 روایات پیش کرتے ہیں جو کہتی ہیں کہ غلام کو قتل کر دینے پر آزاد مسلمان کو بھی قتل کیا جا سکتا ہے۔ مگر یہ دونوں روایات "ضعیف" ہیں۔ اسی وجہ سے چاروں ائمہ کا فتویٰ اسکے خلاف ہے۔

پہلی روایت (لنک): "رسول نے فرمایا جس نے اپنے غلام کو قتل کیا ہم اسے قتل کریں گے۔" سعودی مفتی اعظم البانی نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے (لنک)۔

دوسری روایت (لنک): "رسول نے غلام قتل کرنے والے شخص کو 100 کوڑے مارے۔" امام البانی نے اس پر بہت ضعیف کا حکم لگایا ہے (لنک)

غلاموں کی گواہی قابل قبول نہیں

الامان ۔۔۔ کیا غلام انسان نہیں؟ اگر انسان ہیں تو پھر انکی گواہی قبول کیوں نہیں؟

ابن تیمیہ، فتاویٰ، جلد 35، صفہ 409:

> امام شافعی، مالک اور ابو حنیفہ جو کہ فقہائے اسلام ہیں، کہتے ہیں کہ غلام کی گواہی قابلِ قبول نہیں۔

امام شافعی، کتاب احکام القرآن، جلد 2، صفحہ 142:

> اور گواہی ہم آزاد مردوں کی طرف سے ہونی چاہیے، غلاموں کی طرف سے نہیں، اور آزاد مرد بھی وہ جن کا تعلق ہمارے دین سے ہو (یعنی غیر مسلم کی گواہی قابل قبول نہیں چاہے وہ آزاد ہی کیوں نہ ہو)۔
> غلام اور کنیز اپنی مرضی سے شادی نہیں کر سکتے

امام عبداللہ ابن ابی زید اپنے مالکی فقہ کے رسالے میں لکھتے ہیں (لنک):

> ولا تجوز شہادۃ المحدود ولا شہادۃ عبد ولا صبی ولا کافر
>
> ترجمہ:
> ایسے شخص کی گواہی قبول نہیں جس پر حد جاری ہوئی ہو، یا پھر غلامی کی گواہی، یا پھر کمسن بچے کی گواہی یا پھر کافر کی گواہی قابل قبول نہیں۔

ایک حدیث میں ایک واقعہ ایسا ملتا ہے جہاں رسول اللہ کے سامنے ایک باندی عورت نے بچوں کو دودھ پلانے (رضاعت) کے معاملے میں گواہی دی تھی جسے رسول نے قبول کیا تھا۔ لیکن علماء کے نزدیک یہ استثنائی معاملہ تھا جہاں ایسے چھوٹے معاملات میں ایک آزاد یا غلام عورت کی گواہی قابل قبول ہوتی ہے جو کہ عورت کے جسم کے متعلق ہوتے ہیں۔ مثلاً باندی عورت کہے کہ وہ حیض سے پاک ہے تو اس کا نیا مالک اس کی گواہی قبول کر کے اس سے مباشرت کر سکتا ہے۔

اس ایک واقعہ کے علاوہ قرآن یا لاکھوں حدیثوں میں ایک بھی ایسا واقعہ درج نہیں جہاں غلاموں کی گواہی کا ذکر ہو۔ یہ خود ثبوت ہے کہ اسلام میں غلام کی گواہی قابل قبول نہیں۔

اور اگر کسی صورت مان بھی لیا جائے کہ اللہ غلام کی گواہی کو قبول کرتا ہے، تو پھر اللہ پر "انتہائی غیر ذمہ داری" کا الزام آتا ہے کہ اللہ نے اپنی تعریفیں بیان کر کر کے قرآن کے 30 سپارے بھر دیے، مگر غلاموں و باندیوں کے حقوق کے متعلق ڈھنگ سے ایک صفحہ بھی قرآن میں نازل نہ کر سکا، جس کا خمیازہ اگلے 1400 سالوں تک کڑوڑوں غلاموں اور باندیوں کو بھگتنا پڑا اور انکی گواہیاں قبول نہ ہوئیں۔

اگر غلام نے مالک کی اجازت کے بغیر شادی کی تو زنا کے جرم میں اسے کوڑے مارے جائیں گے

غلاموں کی کوئی "پرائیویٹ" زندگی نہیں، کیونکہ اسلام کے مطابق وہ "انسان" ہی نہیں، بلکہ جانوروں اور انسانوں کے درمیان کوئی شے ہیں۔

سنن ابو داؤد، کتاب النکاح (لنک):

> حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ، حَدَّثَنَا أَبُو قُتَيْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ "إِذَا نَكَحَ الْعَبْدُ بِغَيْرِ إِذْنِ مَوْلاَهُ فَنِكَاحُهُ بَاطِلٌ"
> عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
> ”جب غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے“۔

سنن ترمذی (لنک):

> قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إيما عبد تزوج بغير إذن مواليه فهو عاهر
> ترجمہ: جس نے مالک کے اذن کے بغیر شادی کی، وہ زانی ہے۔

تمام مسلمان فقہاء کا اس پر اجماع ہے۔ امام ابن قیم، امام ابن حزم، ابن تیمیہ، امام مالک، ان سب نے لکھا ہے کہ اگر غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر شادی کرتا ہے تو یہ زنا ہے اور غلام کو سزا میں کوڑے مارے جائیں گے، اسے اسکی بیوی سے علیحدہ کر دیا جائے گا، اور وہ عورت بھی زانیہ ٹھہرے گی کیونکہ رسول اللہ کا فرمان ہے کہ جس نے مالک کی اجازت کے بغیر شادی کی وہ فاحشہ ہے۔

کیا اب بھی مسلمان دعویٰ کرتے رہیں گے کہ اسلام نے غلاموں کو تمام "انسانی حقوق" عطا کیے ہیں؟

غلاموں کے فرار روکنے کے لیے اسلام کے ظلم کی وہ انتہا کہ جہاں کوئی دوسرا نہ پہنچ پایا

تاریخ میں ہر جگہ فرار ہو جانے والے غلاموں پر بہت جسمانی ظلم کیا جاتا تھا، تاکہ وہ ایک نمونہ بن سکے اور دوسرے غلام ظلم برداشت کرتے رہیں، مگر فرار یا بغاوت کا نہ سوچیں۔ لیکن فرار کے نام پر ظلم کے جو دریا اسلام نے بہائے، اس انتہا پر کوئی دوسرا نہ پہنچ پایا۔ غلاموں کے فرار اور بغاوت کو روکنے کے لیے محمد صاحب نے ظلم کا "دہرا" نظام تخلیق کیا۔

پہلا نظام: مالک کو اجازت دی کہ وہ دیگر جسمانی سزاؤں کے ساتھ ساتھ مفرور غلام کو "ذبح" بھی کر ڈالے تو یہ سزا بھی حلال اللہ ہے۔ جریر نامی صحابی نے اپنے فرار ہونے والے غلام کو ذبح کر ڈالا تھا۔

دوسرا نظام: مگر فرار اور بغاوت کا راستہ روکنے کے لیے محمد صاحب نے ساتھ میں "نفسیاتی ہتھکنڈہ" بھی اپنایا کہ جو غلام بھی فرار ہونے کی کوشش کرے گا، تو وہ لاکھ نمازیں پڑھے مگر اللہ اس کی نماز قبول نہ کرے گا، بلکہ اللہ کی نظر میں وہ کافر اور مرتد ٹھہرے گا، اور قیامت میں دوزخ کی ابدی آگ میں جلایا جائے گا۔

صحیح مسلم، کتاب الایمان (لنک):

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، - يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ - عَنْ مَنْصُورِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَرِيرٍ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ " أَيُّمَا عَبْدٍ أَبَقَ مِنْ مَوَالِيهِ فَقَدْ كَفَرَ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَيْهِمْ "

ترجمہ:

جریر کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: "جو غلام بھی اپنے مالک سے بھاگ جائے، تو اس نے کفر کا ارتکاب کیا، حتیٰ کہ وہ واپس اپنے مالک کے پاس نہ آ جائے۔

سنن نسائی، کتاب تحریم الدم میں ہے کہ صحابی جریر نے اپنے فرار ہو جانے والے غلام کی گردن ذبح کر کے اتار دی (لنک):

عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم " إِذَا أَبَقَ الْعَبْدُ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلاَةٌ وَإِنْ مَاتَ مَاتَ كَافِرًا " . وَأَبَقَ غُلاَمٌ لِجَرِيرٍ فَأَخَذَهُ فَضَرَبَ عُنُقَهُ .

ترجمہ:

رسول اللہ فرماتے ہیں: "اگر کوئی غلام فرار ہو جاتا ہے، تو اسکی نماز قبول نہ ہو گی، اور

اگر وہ مر گیا تو وہ کفر کی موت مرے گا (چاہے وہ کلمہ شہادت پڑھتا رہے)۔ جریر کا ایک غلام بھاگ گیا۔ تو جب وہ پکڑا گیا تو جریر نے اسے ذبح کر کے اسکی گردن اتار دی۔
سنن نسائی کی اس روایت پر محدثین نے "صحیح" کا حکم لگایا ہے (لنک)

غلام کو مرتے وقت وصیت کا حق نہیں کیونکہ اسے جائیداد رکھنے کا حق نہیں

امام ابن حزم، المحلی، جلد 6، حصہ 9 میں لکھتے ہیں (لنک)

غلام کو مرتے وقت وصیت لکھنے کا حق نہیں اور نہ ہی وہ کوئی بھی چیز کسی دوسرے کے نام کر سکتا ہے کیونکہ اس کے تمام ترکے پر مالک کا حق ہے۔

انسانی تاریخ میں غلامی کے خلاف 200 کے قریب بڑی تحریکیں، مگر ایک بھی مسلم تحریک نہیں

انسانی شعور نے بیسویں صدی میں جا کر غلامی سے نجات حاصل کی۔ مگر کیا آپ کو علم ہے کہ انسانی تاریخ میں غلامی کے خلاف پوری دنیا میں 200 کے قریب بڑی تحریکیں چلیں۔ ان سب کی تفصیل آپ اس لنک پر پڑھ سکتے ہیں۔

https://en.wikipedia.org/wiki/Timeline_of_abolition_of_slavery_and_serfdom

مگر محمد صاحب نے غلامی کو حلال اللہ اور شریعت کے قانون کے نام پر انسانی شعور کو یوں موت کے گھاٹ اتارا کہ اسلام کی 1400 سالہ تاریخ میں وسیع و عریض اسلامی سلطنت میں کبھی بھی غلامی کے خلاف ایک تحریک بھی نہیں اٹھی۔

ان 200 تحریکوں کی طویل لسٹ میں ایک بھی مسلم تحریک موجود نہیں۔ کیا یہ کوئی تعجب کی بات ہے؟

اسلام کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اس کا مذہبی سسٹم اتنا جامد ہے کہ اسلام کی اصلاح (Reformation) ناممکن ہے۔ اس کا ایک ثبوت آپ اس غلامی کے مسئلے میں دیکھ سکتے ہیں کہ جہاں خود تو کبھی عالمِ اسلام سے کبھی کوئی تحریک نہ اٹھ پائی، اور جب غیر مذہبی مغربی ممالک نے یہ تحریک بیسویں

صدی میں عالمی سطح پر چلائی، تو غلامی کے خاتمے کی سب سے زیادہ مخالفت عالمِ اسلام کی طرف سے ہی کی گئی۔

اسلام عذر خواہ: مغرب کے انسانیت کے علمبرداروں نے فقط اس لیے غلامی کا خاتمہ کیا کیونکہ مشینی انقلاب آ چکا تھا اور غلاموں کی ضرورت نہ رہی تھی

یہ عقل سے عاری دلیل اور فقط بہتان تراشی ہے۔ یقینی طور پر یورپ میں غلامی کے خلاف تحریک کا مشینی انقلاب سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ یورپ نے 15 ویں صدی کے بعد مذہب سے چھٹکارا پانا شروع کر دیا اور اسی وقت سے غلامی کے خلاف تحریک بھی یورپ میں زور پکڑتی گئی (لنک)۔

یہ یورپ میں غلامی کے خلاف چلنے والی تحریکوں کی طویل لسٹ ہے۔ مگر مسلمانوں کے لیے یہ انتہائی شرم و ذلت کا مقام ہے کہ اس پوری طویل لسٹ میں غلامی کے خلاف ایک بھی تحریک مسلمانوں کی طرف سے نہیں اٹھی۔

اس طویل لسٹ میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ یورپ کے کئی علاقوں اور ممالک نے 17 ویں اور 18 ویں اور 19 ویں صدی میں ہی غلامی سے نجات حاصل کر لی تھی۔ جبکہ 'پوری دنیا' میں غلامی کا خاتمہ فقط 20 ویں صدی میں جا کر ممکن ہوا۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ بیسویں صدی تک یورپی اقوام بہت مضبوط ہو چکی تھیں اور انہوں نے تقریباً پوری دنیا اور اسلامی ممالک پر قبضہ کر لیا تھا۔ چنانچہ فقط اسکے بعد انہیں کامیابی ہوئی کہ وہ پوری دنیا سے اس لعنت کا خاتمہ کر سکیں۔

اور یقینی طور پر بیسویں صدی کے آغاز میں اتنی زیادہ آٹومیشن نہیں ہوئی تھی کہ غلاموں اور مزدوروں کی ضرورت ختم ہو جائے۔ بلکہ اسکا الٹ درست ہے کہ صنعتی انقلاب کے بعد تو لیبر ورک کے لیے غلاموں اور مزدوروں کی مانگ میں کئی گنا زیادہ اضافہ ہو گیا تھا۔

افسوس کہ اسلام عذر خواہ خود تو کوئی انسانیت والا کام نہیں کر سکتے، مگر جو دوسرے لوگ انسانیت کی بھلائی اور خدمت کریں، تو اس میں وہ ہزار کیڑے نکال سکتے ہیں۔

عراق میں غلامی: کیا داعش قصوروار؟

ایک چیز ہے مسئلہ۔ اور دوسری چیز ہے "ام المسائل" (مسئلوں کی ماں)

ام المسائل وہ کہ جس کے بطن سے یہ سارے مسئلے و فتنے پھوٹ رہے ہوتے ہیں۔

یزدی عورتوں کے باندیاں بنانے پر سارا قصور داعش کے سر پر ڈال دیا گیا۔ حالانکہ یہ داعش نہیں، بلکہ 100 فیصد اصل قصوروار بذاتِ خود مذہب ہے۔

داعش کھل کر کہتی ہے کہ جو مسلمان کہتے ہیں کہ آج غلامی ختم ہو چکی ہے، تو ایسے مسلمان پکے 'کافر' ہو چکے ہیں کیونکہ وہ اللہ کی شریعت میں سے ایک 'حلال اللہ' کو اپنی جانب سے 'حرام' کر رہے ہیں۔

یہ داعش نہیں، بلکہ بذاتِ خود اللہ کا دعویٰ ہے کہ "شریعت" بنانے والا فقط اللہ ہے، اور کسی کو کوئی حق حاصل نہیں کہ وہ شریعت میں کوئی رد و بدل کرے۔ اور جو ایسا کرے گا، تو وہ تو پکا کافر ہے۔

> (القرآن 5:44) لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ
>
> ترجمہ:
>
> اور جو کوئی اللہ کی نازل کی ہوئی شریعت کے مطابق حکم نہیں کرتے پس ایسے ہی لوگ کافر ہیں

داعش کی اس دلیل کے سامنے سارے مسلمان بے بس ہیں۔ انکے پاس دور دور تک کوئی جواب نہیں۔

وارننگ: اسلامی ریاست قائم ہوتے ہی غلامی دوبارہ جاری ہو جائے گی

یاد رکھئے! جب بھی اس دنیا میں کہیں اسلامی خلافت قائم ہوئی، تو 'جہاد' پھر سے جاری ہو گا۔ اور جہاد کے ساتھ لازمی طور پر غلامی بھی دوبارہ وہی عروج حاصل کرے گی جو اسلام کی 1400 سالہ تاریخ میں اسے حاصل رہا۔

اسلام کے مطابق صرف اللہ کو حق ہے کہ وہ شریعت کو بنائے اور اس میں کوئی رد و بدل کرے۔ اگر کوئی مسلمان اگر آج شریعت کے اصولوں میں تبدیلی کرتا ہے، تو وہ کافر ہے۔ چونکہ غلامی کو اللہ نے اسلامی شریعت میں حلال کیا ہے، چنانچہ کسی انسان کو حق حاصل نہیں کہ اس حلال اللہ کو حرام کرے۔ اسی وجہ سے داعش ان مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں جو غلامی پر پابندی کے قائل ہیں۔
یہی اصول آپ کو سعودیہ کے مفتی شیخ صالح الفوزان کے فتوے میں ملے گا، جہاں وہ کھل کر کہہ رہا ہے کہ جہاد کے جاری ہوتے ہی غلامی بھی جاری ہو جائے گی، اور جو اسکی مخالفت کرے گا، وہ کافر ہے۔ (شیخ صالح

الفوزان سعودیہ کی مفتیوں کے اس بورڈ کے ممبر ہیں جو سعودیہ میں سب سے بلند تر مذہبی ادارہ تسلیم کیا جاتا ہے)۔

https://en.wikipedia.org/wiki/Saleh_Al-Fawzan
In the tape he was quoted as saying, "Slavery is a part of Islam ... Slavery is part of jihad, and jihad will remain as long there is Islam." As for the modernist interpretation that Islam totally abolished slavery, he dismissed its exponents saying, "They are ignorant, not scholars. ... Whoever says such things is an infidel."
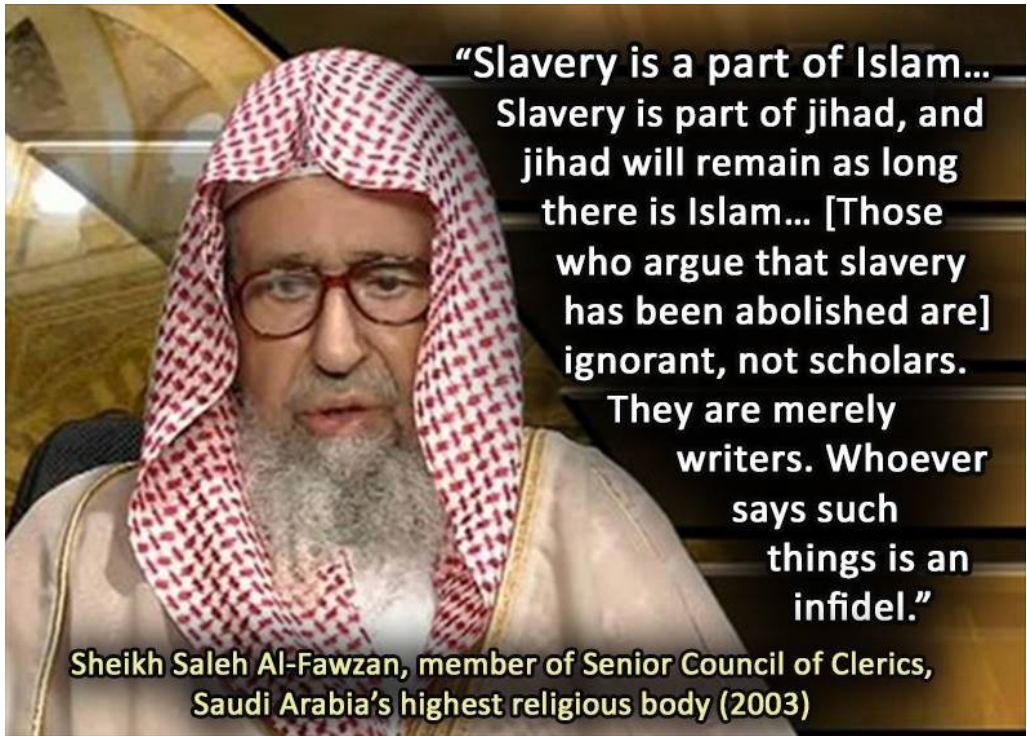
اگر غلامی کا خاتمہ ممکن نہ تھا، تو کم از کم اسلام انہیں یہ 'بنیادی انسانی حقوق' ہی دے دیتا

مسلمانوں کا بہانہ ہوتا ہے کہ اُس وقت کے معیشت کے حالات کے تحت غلامی کا خاتمہ ممکن نہ تھا۔ چنانچہ ہمارا سوال ہے کہ اگر معیشت کی وجہ سے غلامی کا مکمل خاتمہ نہ بھی کیا جاتا، تب بھی غلاموں اور باندیوں کو بنیادی انسانی حقوق دینے میں کونسی رکاوٹ تھی جو اسلام اس میں بھی ناکام رہا؟ مثلاً:

- پیغمبر اسلام یہ حکم دے دیتے کہ کنیز باندیوں کے جو ایک مرتبہ سیکس بالجبر کرے گا، تو وہ عارضی جنسی تعلق کے بعد انہیں آگے نہیں بیچ سکتا۔ کسی صحابی نے پیغمبر اسلام کے اس حکم کی مخالفت نہیں کرنی تھی کیونکہ یہود و نصاری میں یہ احکام پہلے سے موجود تھے جہاں ایک مرتبہ کنیز باندی سے سیکس بالجبر کے بعد اس کنیز باندی کی حیثیت بیوی کی طرح کی ہو جاتی تھی اور اسے آگے نہیں بیچا جا سکتا تھا۔ مسلمان مستقل طور پر یہودیوں اور عیسائیوں کے اس مذہب معاشرے کا مطالعہ کرتے تھے کیونکہ یہ مسلمانوں کے آس پاس آباد تھے۔ مگر نہیں، پیغمبر اسلام تو یہ تک نہیں کر سکے۔ وجہ یہ نہیں تھی کہ اسکے پاس طاقت نہیں تھی۔ بلکہ وجہ یہ تھی کہ پیغمبر اسلام کی 'نیت' نہیں تھی۔
- پیغمبر اسلام چاہتے تو کنیز باندیوں کو وہ آزاد مسلم عورتوں کی طرح حجاب کرنے کی اجازت دے سکتے تھے۔ اس میں دور دور تک کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ مگر ہوا یہ کہ اسلامی ریاست میں اگر کوئی کنیز باندی غلطی سے حجاب لے لیتی تھی تو اسلامی شریعت کے مطابق سوٹیاں مار مار کر اسکے سر سے حجاب کھینچ لیا جاتا تھا۔
- پیغمبر اسلام چاہتے تو وہ حکم دے سکتے تھے کہ کنیز باندیوں کو ننگے پستانوں سینکڑوں مردوں کے درمیان کھڑا کر کے انکی نیلامی نہ کرو۔ وہ کنیز باندیوں کے ستر میں ننگے سینے ڈھانپنے کا حکم جاری کر سکتے تھے اور صحابہ نے اس پر کوئی بغاوت نہیں کرنی تھی۔ مگر نہیں، انہوں نے یہ بھی نہیں کیا۔
- اسی طرح وہ غلاموں کو حق دے سکتے تھے کہ انکی گواہی عدالت میں قابل قبول ہے۔ اس پر بھی صحابہ نے کوئی بغاوت نہیں کرنی تھی۔
- وہ غلاموں کو حق دے سکتے تھے کہ انکا آقا انہیں مار پیٹ نہیں سکتا، انکا قتل نہیں کر سکتا۔ مگر نہیں، پیغمبر اسلام نے شریعت دی تو یہ دی کہ اگر مالک اپنے غلام کو قتل کر ڈالے تو مالک پر کوئی حد نہیں ہے۔

- پیغمبر اسلام حکم دے سکتے تھے کہ غلاموں کو خود سے اپنی شادی کرنے کی اجازت ہے۔ مگر نہیں، پیغمبر اسلام نے حکم دیا جو غلام خود سے نکاح کرے، اس نے زنا کیا۔

- پیغمبر اسلام حکم دے سکتے تھے کہ غلاموں کے پیدا ہونے والے بچے پیدائشی آزاد ہوں گے۔ مگر نہیں، پیغمبر اسلام نے الٹا حکم دیا کہ غلاموں کے بچے بھی پیدائشی غلام ہوں گے۔

- محمد صاحب حکم دے سکتے تھے کہ غلام اور کنیزیں اپنے مال اور جاگیر رکھنے کا حق رکھتے ہیں۔ مگر نہیں، انہوں نے غلاموں کو اس حق سے محروم کر دیا۔

- محمد صاحب حکم دے سکتے تھے کہ مالک کو اپنی باندی سے پیدا ہونے والے بچے کے نسب کا انکار کرنے کی اجازت نہیں۔ اس سے اسلامی خلافت کے معاشی نظام میں کیا فرق پڑ جانا تھا؟

- پیغمبر اسلام حکم دے سکتے تھے کہ کسی کو پرائیویٹ غلام رکھنے کی اجازت نہیں، بلکہ تمام غلام "ریاست" کی ملکیت ہوں گے۔ (یاد رہے کہ اسلام سے سینکڑوں سال پہلے کفار معاشروں نے یہ اصلاحات کی تھیں کہ غلاموں کو فقط ریاست کی ملکیت قرار دے دیا تھا۔ مثلاً ڈریکو کے آئین (BC621) میں غلاموں کو ریاست کی ملکیت قرار دیا گیا۔ سوائے ریاست کے اب انہیں کوئی اور موت کی سزا نہ دے سکتا تھا۔ حوالہ کے۔ ایس۔ لال۔ آنلائن لنک)۔

- محمد صاحب کم از کم غلامی کے بازاروں کا تو خاتمہ کر سکتے تھے کہ جہاں بے چاری باندی عورتیں نہ صرف کہ نیم برہنہ ہوتی تھیں، بلکہ خریدار مردان کے پرائیویٹ نسوانی اعضاء کو بھی ٹٹول ٹٹول کر چیک کر رہے ہوتے تھے۔
اگر اشوکا اسلام سے 1000 سال قبل ہی غلامی کے بازاروں کا خاتمہ کر سکتا تھا، تو پھر محمد صاحب یا پھر بعد میں آنے والے عمر ابن خطاب اور دیگر طاقتور مسلمان حکمران اور خلافتیں غلامی کے ان بازاروں کا خاتمہ کیوں نہیں کرتے ہیں؟
بلکہ اس کا الٹ ہوا۔ ان طاقتور اسلامی حکمرانوں اور حکومتوں نے تو غلامی کے بازاروں کو چار چاند لگا دیے۔

- محمد صاحب کم از کم غیر مسلم ریاستوں کے ساتھ ہی غلاموں کی "تجارت" پر ہی پابندی لگا دیتے۔ مگر محمد صاحب نے تو خود یہودی قیدی خواتین کو (جو کہ اللہ پر ایمان رکھتی تھیں) کفار کے ہاتھوں بیچ ڈالا تاکہ یہ کفار ان اللہ پر ایمان رکھنے والی خواتین کا ریپ کر سکیں۔

تاریخ طبری، جلد دوم، غزوہ بنو قریظہ کے واقعات:

اس کے بعد سعد بن زید کو رسول اللہ نے بنو قریظہ کی یہودی قیدی عورتوں دے کر نجد بھیجا تاکہ وہ ان کو بیچ کر اس کی قیمت سے گھوڑے اور اسلحہ خرید لائیں۔ ان کی عورتوں میں سے رسول اللہ نے ریحانہ بنت عمرو کو خود اپنے لیے انتخاب فرمایا۔ یہ آپ کی وفات تک آپ کے پاس رہیں۔

- مسلم ریاستوں میں غلامی کے بازار اپنے وقت میں پوری دنیا میں اپنی چکاچوند کے لیے مشہور تھے، اور مسلمان عوام اور مسلمان حکومتوں، دونوں کے لیے کمائی کا بہت بڑا سورس تھے۔
مگر غلامی سے کمائی کا سورس تو زیادہ بڑا فتنہ تھا بہ نسبت دیگر چوری اور ڈکیتی جیسے جرائم سے کمائی جانے والی دولت کے۔

- محمد صاحب اگر چاہتے تو وہ غلامی کے ادارے کو مضارعت کے نظام سے بدل کر غلاموں کو ہر طرح کے بنیادی انسانی حقوق مہیا کر سکتے تھے، جیسا کہ بعد میں آنے والی بدھسٹ حکومتوں نے صرف انسانیت کے نام پر اپنی انسانی عقل استعمال کرتے ہوئے غلامی کے نظام کو ختم کر کے مضارعت کے نظام سے بدل ڈالا۔
اگر عام بدھسٹ حکومتیں معاشی نظام میں تبدیلی لا کر غلامی کا خاتمہ کر سکتی تھیں، تو پھر محمد صاحب اور دیگر طاقتور مسلم حکمرانوں نے پھر مضارعت کا نظام جاری کر کے غلامی کا خاتمہ کیوں نہیں کیا؟

کہا جاتا ہے کہ ۔۔۔ جہاں چاہ، وہاں راہ۔

محمد صاحب غلامی کا خاتمہ، یا پھر غلاموں کو بنیادی انسانی حقوق دینے سے اس لیے قاصر رہے کیونکہ انکی خواہش ہی غلامی کے خاتمے کی نہیں تھی۔ بلکہ وہ تو خود غلامی کے ادارے کو معیشت کے لیے بطور سورس آف انکم اور دیگر غیر انسانی فوائد کے لیے استعمال کرنا چاہتے تھے۔

پیغام بس اتنا ہی ہے کہ اپنے اندر اٹھتی انسانیت کی چیخوں کی آوازوں کو سنیے۔ فقط ناموسِ مذہب کی خاطر انکا گلا نہ گھونٹیے۔

باندی کا ریپ کروا کے مالک کا پیسہ کمانا

مسلمانوں کا کہنا ہے کہ برصغیر میں بازارِ حسن کی رونق شیعہ متعہ تھی۔

مگر یہ بات تاریخی طور پر درست نہیں ہے۔ بازارِ حسن کی رونق کبھی بھی شیعہ متعہ نہیں رہا، کیونکہ برصغیر کی شیعہ کمیونٹی میں کبھی بھی متعہ کا رواج نہیں تھا۔ بلکہ برصغیر کے بازارِ حسن کی رونق ہمیشہ سے اسلامی شریعت کا وہ فتنہ ہے کہ جس کی وجہ سے باندی لڑکیوں کی سیکس کی خاطر بازاروں میں کھل کر خرید وفروخت ہوتی تھی اور انکا متعہ کی طرح کے عارضی جنسی تعلق میں ریپ کروانا حلال اللہ تھا۔

سنن ابو داؤد، کتاب الطلاق (لنک):
ایک انصاری کی کنیز رسول کے پاس آئی اور کہا: میرا مالک مجھے بدکاری پر مجبور کرتا ہے۔ اس پر اللہ نے قرآن میں یہ آیت نازل فرمائی: اور اپنی کنیزوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو جبکہ وہ عفت و پاکدامنی چاہتی ہیں۔ (القرآن 24:33)

قرآن کا مصنف صرف بدکاری نہ کروانے کی نصیحت کر سکا، مگر ان مالکوں کو پھر بھی سزا نہ دے سکا، کیونکہ اس نے تو خود باندیوں کو بے بس ولاچار، ان کی خرید و فروخت، ان کو آدھا ننگا رکھنا، انکا مختلف بہانوں سے ریپ حلال کر رکھا تھا، اور مالک کو آزادی تھی کہ وہ ان کے مرضی کے برخلاف ہی نہ صرف یہ کہ خود ان کا ریپ کر سکتا تھا، بلکہ انہیں ان کے مرضی کے برخلاف اپنے غلام یا دوسرے لوگوں سے بھی پیسے کے عوض عارضی طور پر بیاہ سکتا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ جتنے آپ کو کوٹھے ملیں گے، انڈیا سے لیکر پاکستان تک، انکی تاریخ آپ اٹھا کر دیکھ لیں یہاں پر بچیوں کو اغوا کر کے یا پھر غلامی کے بازاروں سے خرید کر لایا جاتا تھا اور بطور کنیز باندی کے انہیں رکھا جاتا تھا اور پھر ان سے گانے و ناچ وغیرہ کروائے جاتے تھے۔ باقاعدہ انکی قیمتیں لگتی تھیں اور یہ عورتیں (کنیزیں) بکتی تھیں۔ یہ بازار عرب معاشرے سے شروع ہوئے اور پچھلی صدی تک جاری رہے۔ مصر، تیونس، مراکش، انڈونیشیا وغیرہ ایسے بہت سے مسلمان ممالک ہیں جہاں پر اہل تشیع آبادی موجود ہی نہیں ہے، مگر اسکے باوجود وہاں صدیوں سے قحبہ خانے اور بازار حسن موجود ہیں اور تمام برائیاں وہاں موجود ہیں۔ اب اسکا الزام شیعہ متعہ پر کیسے لگائیں گے؟

پیغمبر اسلام کی باندیوں کی تعداد:

خدیجہ کے وقت تک اسلام کمزور تھا۔ چنانچہ نبوت کا دعویٰ کر دینے کے باوجود پیغمبر اسلام کی نہ تو کوئی اور بیوی تھی اور نہ ہی کوئی کنیز عورت۔ مگر جوں جوں اسلام قوت پکڑتا گیا، توں توں پیغمبر اسلام کی بیویوں اور کنیز عورتوں کا اضافہ ہوتا چلا گیا۔

بیویوں کے متعلق تو مسلمان بہانہ بناتے ہیں کہ قبائل کو یکجا رکھنے کے لیے اللہ نے اجازت دی (حالانکہ یہ جھوٹ ہے)۔ بہر حال، آج تک مسلمان یہ نہیں بتلا سکے کہ اتنی کثیر تعداد میں کنیز عورتوں سے پیغمبر اسلام نے تعلق قائم کیوں کیا؟

امام ابن کثیر نے اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں محمد صاحب کی 21 باندیوں کی لسٹ فراہم کی ہے (لنک):

1. إمة الله بنت رزينة
2. إميمة
3. بركة إم إيمن
4. خضرة
5. خليسة
6. خولة
7. رزينة
8. رضوى
9. ريحانة بنت شمعون
10. سائبة
11. سديسة الأنصارية
12. سلامة
13. سلمى
14. سيرين
15. عنقودة
16. فروة
17. ليلىٰ
18. مارية القبطية

19. میمونہ بنت سعد

20. میمونہ بنت اِبی عنبسۃ

21. اِم عیاش

رسول کی یہ 21 باندیاں تو وہ ہیں کہ جن کے متعلق روایات اور تفصیلات ابن کثیر جمع کر سکے۔ ورنہ اصل تعداد اس سے بھی زیادہ ہو سکتی ہے۔

مثلاً جب پیغمبر اسلام کے سامنے صفیہ کی خوبصورتی کا ذکر ہوا تو پیغمبر نے 7 باندی عورتوں کو دے کر خوبصورت صفیہ کو اپنے لیے حاصل کر لیا۔

صحیح مسلم، کتاب النکاح، حدیث 1007 (لنک):

> جنگِ خیبر کے بعد دحیہ (صحابی) کے حصے میں ایک خوبصورت باندی (صفیہ) حصے میں آئی۔ جب رسول کے سامنے صفیہ کی خوبصورتی کا تذکرہ ہوا تو انہوں نے دحیہ کو 7 جانوں (باندی عورتیں) کو دے کر ان سے خوبصورت صفیہ کو خرید لیا۔

محمد صاحب نے "ذاتی زندگی" سے غلامی کی غیر انسانی قبیح رسم کو ختم کیوں نہیں کیا؟

جب کبھی سوال اٹھایا جاتا ہے کہ اسلام نے غلامی کو یکلخت کیون نہیں ختم کیا، تو جواب ملتا ہے کہ اُس وقت کی معیشت کا انحصار غلاموں اور لونڈیوں پر تھا اور اس طریق عمل سے عرب میں شدید خانہ جنگی شروع ہو جاتی۔ لہٰذا آنحضرت نے غلامی کا رواج جاری رکھا۔

اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ آنحضرت اپنی "ذاتی زندگی" میں بذاتِ خود کیوں اس غیر انسانی قبیح رسم سے تاحیات استفادہ حاصل کرتے رہے؟

اگر آپ اپنی ذاتی زندگی میں ہی غلامی سے برات کا اظہار کر دیتے تو اسلام کے نام پر یہ دھبہ نہ لگتا۔

اور پھر اگر کسی حکمران کے دور میں معیشت کے حالات بہتر ہوتے، تو وہ آپ کی ذاتی زندگی کو مشعل راہ بنا کر غلامی کی کچھ بیخ کنی کر پاتا۔

یا پھر کچھ مسلمان ہی آپ کی ذاتی زندگی کو مشعل راہ بنا کر کم از کم اپنے گھروں سے غلامی کا خاتمہ کر ڈالتے۔

سچائی یہ ہے کہ محمد صاحب نے نہ تو اپنی ذاتی زندگی میں غلامی کی اس قبیح رسم سے استفادہ کرنا چھوڑا، اور نہ ہی معیشت کے بہتر ہو جانے پر غلامی کے کسی بھی قسم کے خاتمے کی کوئی ہدایات دیں۔

اسلام میں غلامی کے قوانین یہود و نصاری کے کلچر اور عرب کلچر کا ملغوبہ تھے

مسلمان علماء دوسرا دھوکا یہ دیتے ہیں کہ وہ غلامی کے نام پر فقط کفارِ عرب سے اسلام کا تقابل کر رہے ہوتے ہیں۔ نہیں، اسوقت سرزمینِ عرب پر فقط کفار ہی موجود نہ تھے، بلکہ یہودی اور عیسائی بھی موجود تھے جنکے ہاں بلاشک و شبہ غلامی کی حالت اسلام میں غلاموں کی حالت سے کہیں بہتر تھی۔

اسلام میں غلامی کے قوانین اور کچھ نہیں سوائے کفار اور اہل کتاب کی غلامی کے ملغوبہ کے (یعنی انسانیت کے حوالے سے کچھ بہتر قوانین تو اہل کتاب سے لے لیے گئے مگر بہت سے قوانین کفار کے تہذیب کے جاری رکھے گئے جن میں سے اکثریت انتہائی ظالمانہ اور انسانیت کی تحقیر و تضحیک پر مشتمل قوانین تھے)۔

منکرِ حدیث قرآنسٹ حضرات سے مکالمہ:

جب بھی ہم اسلام پر تنقید کرتے ہیں تو قرآنسٹ حضرات آ کر اسلام کا دفاع شروع کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن میں باندیوں کے متعلق ایسا کچھ نہیں ہے۔

مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں قرآنسٹ حضرات سے کسی بھی مسئلے پر کوئی ثانوی ڈسکشن کرنی ہی نہیں ہے کیونکہ قرآنسٹ حضرات دوغلے سٹینڈرڈز کے حامل ہیں۔ حدیث اور تاریخ میں جو چیز انہیں پسند آتی ہے، اسے فوراً مان لیتے ہیں، جبکہ جو چیز اسلام کا عیوب کا پردہ فاش کرتی ہے، اس کا قرآن کے نام پر انکار کر دیتے ہیں۔

چنانچہ قرآنسٹ حضرات سے ہماری ڈسکشن صرف اور صرف ایک ہی "بنیادی" سوال کے متعلق ہے۔

آپ قرآنسٹ حضرات سے ہمارا بنیادی سوال ہمیشہ سے یہ ہے کہ قرآن تو پھر ایک نامکمل اور ناقص کتاب کہلائے گی کیونکہ یہ کتاب تو اس قابل تک نہیں کہ دل و جان سے اپنے پر ایمان رکھنے والے پچھلے

1400 سالوں میں آنے والے اربوں مسلمانوں کی رہنمائی کر پاتا کہ قیدی عورتوں کا ریپ انسانیت کے خلاف ہے۔

یاد رکھئے کہ پچھلے 1400 سالوں کے یہ مسلمان دل و جان سے اس قرآن پر ایمان رکھتے تھے، اور انہوں نے اپنی پوری زندگیاں اس پر غور و فکر کرنے پر لگا دیں، مگر اس کے باوجود پھر جمیع کے جمیع مسلمان گمراہ ہو کر باندیوں کے ریپ کو حلال اللہ بنا بیٹھے۔

پھر تو قرآن کا اپنا دعویٰ جھوٹا پڑ گیا کہ اللہ نے اس کی آیات کو آسان، واضح اور روشن بنایا ہے۔

قرآن جیسی ضخیم کتاب کو اللہ نے اپنی بڑائی اور بزرگی کے دعوؤں کی تکرار سے بھر دیا، مگر انسانی حقوق، اور خاص طور پر باندیوں کے انسانی حقوق، جو کہ اتنے زیادہ اہم تھے کہ ان پر ظلم کے سب سے زیادہ پہاڑ توڑے جا رہے تھے، مگر آپ کے اللہ کو پھر بھی خیال نہ آیا کہ وہ اس قرآن جیسی ضخیم کتاب میں باندیوں کے حقوق کے حوالے سے واضح احکامات کو بیان کر دے۔

اللہ کی اس لاپرواہی کی سزا پھر ان کروڑوں باندیوں کو اگلے 1400 سالوں تک بھگتنی پڑی۔

اور صرف غیر مذہبی انگریزوں نے آ کر ان باندیوں کو اس عظیم ظلم سے نجات دلائی۔

چنانچہ قرآنسٹ حضرات سے صرف اور صرف اس بنیادی سوال پر ہی مکالمہ ہو سکتا ہے، بجائے کہ غلامی جیسے ثانوی معاملات کے۔

قدیم ایران میں غلامی اسلام سے بہتر

ایران کے بادشاہ سائرس اعظم (کوروش اعظم) کا زمانہ (1200 سال قبل از اسلام) تو مہاتما بدھا سے بھی پہلے کا ہے۔ مگر اس نے بھی فقط انسانیت کے نام پر ہی غلامی کے خاتمے کے لیے بے تحاشہ کام کیا (لنک)۔ حتیٰ کہ یہودیوں نے اپنی کتابوں میں خود ایران کے اس بادشاہ کی غلامی اور انسانیت کے حوالے سے بھرپور تعریفیں کرتے ہوئے لکھا:

> Cyrus was praised in the Tanakh (Isaiah 45:1–6 and Ezra 1:1–11) for the **freeing of slaves, humanitarian equality** and costly reparations he made.
> Reference:
> https://en.wikipedia.org/wiki/Cyrus_the_Great

اور 1971 میں اقوام متحدہ نے اعلان کیا کہ سائرس اعظم نے انسانی تاریخ میں پہلی مرتبہ "انسانی حقوق کا چارٹر" دنیا کو دیا، جس میں تمام قوموں کو مکمل مذہبی آزادی حاصل تھی اور تمام حقوق برابری کی بنیاد پر حاصل تھے (لنک)۔

اسلام کی آمد سے قبل ایران میں ساسانی حکومت قائم تھی۔ اس حکومت کے غلامی کے متعلق قوانین ملاحظہ کیجئے جو کہ ایک بار پھر اسلامی غلامی سے کہیں بہتر تھے:

https://en.wikipedia.org/wiki/Slavery_in_Iran#Sassanid_Laws_of_Slavery
1) The slaves were captured foreigners who were non-Zoroastrians.
2) The ownership of the slave belonged to the man.
3) The owner had to treat the slave humanely; violence toward the slave was forbidden. In particular beating a slave woman was a crime.
4) If a non-Zoroastrian slave, such as a Christian slave, converted to Zoroastrianism, he or she could pay his or her price and attain freedom.
5) If a slave together with his or her foreign master embraced Zoroastrianism, he or she could pay his slave price and become free.
To free a slave (irrespective of his or her faith) was considered a good deed.[14] Slaves had some rights including keeping gifts to them and at least three days of rest in the month.[15] The law also protected slaves, including: No one may inflict upon slaves a fatal punishment for a single crime... Not even the king himself may slay anyone on the account of one crime.[16]

تو پھر بتلائیے کہ اسلام نے آ کر غلامی کے حوالے سے وہ کونسی انقلابی تبدیلیاں کیں کہ جنکا ہر جگہ مسلمان ڈھول پیٹ رہے ہوتے ہیں جبکہ اسلامی غلامی کہیں بدتر تھی بدھسٹوں کے نظام کے مقابلے میں، یہود و نصاری کے مقابلے میں، ایران کی ساسانی حکومت کے مقابلے میں، آج کے ماڈرن دور کے مقابلے میں جہاں غلامی مکمل طور پر مٹ گئی۔

مسلمانوں کو چیلنج: مہاتما بدھا کا نظام بہتر۔۔۔ یا پھر محمد صاحب/اللہ کا نظام بہتر؟

مہاتما بدھا، انکے پیروکار اشوکا اور بعد میں آنے والی بدھ حکومتوں نے انسانیت کے نام پر غلامی کے بازاروں کو ختم کر ڈالا، اور پھر غلامی کے نظام کو مضارعت (مزروری) کے نظام سے بدل کر ہر غلام کو "آزاد" انسان کے برابر حقوق دے دیے۔

اللہ/محمد صاحب نے تو یہ اہلیت بھی نہ دکھائی کہ وہ غلامی کے بازاروں کو ختم کر پاتے کہ جہاں باندیوں کو ننگا کر کے شہوت پرست مردوں کے سامنے کھڑا کر دیا جاتا ہے اور پھر انہیں بھیڑ بکریوں کے طرح گاہک ٹٹول ٹٹول کر بیچتے ہیں۔ اگر آپ میں واقعی "انسانیت" کی رمق بھی موجود ہے، تو اسکے بعد آپ اسلام کو خیر آباد کہہ دیں گے۔

یہ شرف صرف مہاتما بدھا کی تعلیمات کو حاصل ہے کہ جہاں بدھ سلطنتوں میں غلامی کا مکمل طور پر خاتمہ ہوا۔

یاد رہے کہ مہاتما بدھا بھی کسی خالق ہستی کے منکر اور 'ملحد' تھے۔ انہوں نے اپنی تعلیمات کو کسی ان دیکھے فرشتے کی وحی قرار نہیں دیا، بلکہ کہا کہ یہ تعلیمات وہ مراقبے اور غوو فکر اور انسانی عقل استعمال کرنے کے بعد دے رہے ہیں۔

تو ہے کوئی مسلمان جو اس چیلنج کو قبول کرے اور ثابت کرے کہ محمد صاحب/اللہ کا غلامی کا نظام مہاتما بدھا کی تعلیمات سے زیادہ بہتر تھا؟

اسلام تو ایک طرف رہا، یہود و نصاری تک غلامی اور انسانیت کے حوالے سے مہاتما بدھا اور اشوکا کا مقابلہ نہیں کر سکتے کہ جنہوں نے غلامی کے بازاروں کا خاتمہ کر ڈالا تھا۔

مسلمانوں کی کنیز باندیوں کی نیم برہنہ تصاویر

اوپر مکمل حوالے درج ہیں کہ اسلامی معاشرے میں کنیز باندیوں پر حجاب کی پابندی تھی اور انہیں نیم برہنہ کرکے فروخت کے لیے پیش کیا جاتا تھا اور یوں ہی وہ نیم برہنہ معاشرے میں گھومتی تھیں۔ مگر آجکے مسلمانوں کو پھر یقین نہیں آتا اور وہ انہیں مصور کی تخیلاتی تصاویر قرار دیتے ہیں۔ انکے لیے یہ کیمرے سے لی گئی اصل تصاویر پیش خدمت ہیں۔

Muslims, the last people to abolish slavery under pressure from the West.
Arabic translated Memes
صورة لجارية (طفلة) عارية بشكل كامل وهي تصب
الماء لمالكها ليتم وضوءه ويذهب للصلاة
تونس - 1910م
Picture is a (child) slave completely naked while she pours water for her master to pray.
Tunis 1910

صفحه ٤

رقم ١

رقم ٢ رقم ٣

واكرر اعتذاري ولكن لا مجال للجنس في موضوعي ولكن للعلم وعندي عشرات الصور من الرسم والفونوغرافيا الحيه حتى لا احد يشكك ولا يقول شخص اصل هؤلاء عبيد هذه كانت الاعراف الاجتماعية عندهم مثل اليوم يوجد في اوروبا شاطئ العراه وهل العبيد كان الله يقول لهم اظهروا صدوركم الم يكونوا من خلق الله وما ظنكم بالله رب كل الناس والآية لكل النساء

Arab Slave Merchant with a Female Slave,Cairo, c.1864

La grande piscine à Brusa (The great bath at Bursa Turkey) - Jean-Leon Gerome (1885)

مسلمان خلفاء اور باندیاں:

سنہرے اسلامی دور کی سنہری باتیں:
مسلمان سلاطین نے بڑے بڑے 'حرم' بنا کر لاتعداد عورتوں کے باڑے بنالئے۔ خلیفہ المتوکل کے پاس چار ہزار خواتین تھی۔ کہا جاتا تھا، خلیفہ ان سب سے متمتع کرچکا تھا۔
سپین کے عبدالرحمان سوم کے حرم میں چھ ہزار تین سو کنیزیں تھی۔ جو شاہی عیش سامانیوں کے لئے جمع کی ہوئی تھی۔ عثمانی خلفاکے حرم میں کنیزوں کی تعداد تین سو سے بارہ سوتک رہتی تھی۔ ان عورتوں کی نگرانی پر سینکڑوں خواجہ سرا مقرر ہوتے۔
بر صغیر میں بھی مسلمان بادشاہوں کے حرم میں سینکڑوں عورتیں ہوتی تھی۔
یہ عورتیں بے حثیت اور بے قدر ہوتی۔۔ ذرا سا شک ہونے پر اس کا گلہ گھونٹ کر یا زہر دے کر مار دیا جاتا تھا۔ ان کنیزوں کا کوئی وارث رشتے دار نہیں ہوتا تھا۔ سلاطین عثمانیہ میں کنیزوں کو قتل کرنے کا طریقہ بورے میں ڈال کر سی دیا جاتا تھا۔ اور سمندر میں پھینک دیا جاتا تھا۔ جب دل بھر جاتا، نئ کنیزوں کی کھیپ لانی ہوتی۔ تب بھی پچھلی کنیزوں کا قتل کر دیا جاتا۔ کنیزیں وہ عورتیں ہوتی، جو 'اسلامی' جنگوں میں دوسری قوموں کی اٹھا کر لے آئی جاتی، یہ بد نصیب اور مصیبت زدہ عورتیں اپنے پیچھے بار بار یاد آنے والا ماضی اپنے عزیز و اقارب اور اپنے محبت بھرے تعلقات چھوڑ کر آتی۔
منڈیوں میں بکتی، ذلت آمیز سلوک کا سامنا کرتی۔ ان کی حثیت کھلونوں جیسی ہوتی۔
جس سے جنس کے مارے مسلمان امرا کھیلا کرتے۔ خاندانی بیوی اور کنیزوں کی چپقلش ہو جاتی۔ تب بھی ان کو قتل کروا دیا جاتا۔ ایک بار خلیفہ ہارون رشید کسی مغنیہ پر فریفتہ ہو گیا۔۔ تو ملکہ زبیدہ نے اس کی توجہ ہٹانے کے لئے دس دوشیزہ کنیزیں نذر کی۔
جب جنگیں نہ ہونے کی وجہ سے کنیزوں کی سپلائی رک جاتی، تو غلاموں اور کنیزوں کی خرید و فروخت کا کاروبار کرنے والے عورتوں اور بچوں کو آس پاس کے قبائل سے پکڑ لاتے۔۔۔ بچوں کو گھڑ سواری، تیر اندازی، فن سپاہ گری میں طاق کیا جاتا اور اٹھائی گئی عورتوں کو بناو سنگار، خوش گلوئی، رقص اور موسیقی سکھائی جاتی۔۔ اور پھر ان کو آقاوں کے پاس بیچ دیا جاتا۔۔۔ انہی کنیزوں کے کئی بچے بعد میں بادشاہ اور امرا بنے۔۔
محمود غزنوی غلام کا بیٹا اور کنیز ماں کے بطن سے تھا۔۔۔
(سید نصیر شاہ۔۔ اسلام اور جنسیات)

ابن بطوطہ: ہندوستان میں مسلمان حکمرانوں کا ہندو شہزادیوں کو باندی بنا کر انکا ریپ کرنا

ابن بطوطہ نے جو اپنا سفر نامہ لکھا ہے، اس کا انگریزی ترجمہ کیا جا چکا ہے۔ ابن بطوطہ سلطان محمد تغلق کے متعلق لکھتا ہے:

> (On the festivels of Eid) ... Then the musicians and dancers come in. First of all the daughters of the infidel Indian kings who have been taken as captives of war during that year and whom, after they have sung and danced, then Sultan presents to the amirs and to the distinguished foreigners, then after them the rest of the daughters of the infidels and thesee, after they have sung and danced, he gives to his brothers and kinsmen and relatives by marriage and to the sons of the maliks. The Sultan's session for this purpose takes place after the hour of afternoon prayer. Then on the next day also, after the hour of afternoon prayer, he holds a session after the same manner, to which are brought singing girls whom, after they have sung and danced, he gives to the amirs of the mamluks.
> Online Reference:
> The Travels of Ibn Battuta, A.D. 1325-1354, Volume 3, page 667 and 668

شیعہ فقہ میں کنیز باندی سے سلوک

کنیز باندی کے معاملے میں شیعہ سنی دونوں بھائی بھائی ہیں۔ غلاموں اور باندیوں کے متعلق جتنے بھی شرمناک احکامات سنی فقہ میں موجود ہیں، وہ تمام کے تمام شرمناک احکامات شیعہ فقہ میں بھی موجود ہیں۔ شیعہ فقہ میں بھی:

• قیدی عورت کا ریپ بعینہٖ ایسی ہی حلال ہے جیسا کہ سنی فقہ میں۔

• قیدی عورت کو باندی بنا کر اس کی خرید و فروخت حلال ہے۔

• باندی عورت کا پردہ نہیں ہے۔

• اگر عمر ابن خطاب باندیوں کو حجاب لینے پر مارتے تھے، تو شیعہ امام بھی باندی عورت کو حجاب لینے پر مارتے تھے اور عمر ابن خطاب کی طرح انہیں کہتے تھے کہ حجاب لے کر وہ آزاد مسلمان عورتوں کی برابری نہ کریں۔

• شیعہ فقہ میں بھی باندی کی کوئی حرمت نہیں۔

بحار الانوار کی یہ روایت دیکھئے:

بحار الانوار : الجزء المائة - Mozilla Firefox

File Edit View History Bookmarks Tools Help

www.al-shia.org/html/ara/books/lib-hadis/behar100/b08.htm

[129]

و لم يخل سبيلها و رجل أبق مملوكه ثلاث مرات و لم يبعه و رجل مر بحائط مائل و هو يقبل إليه و لم يسرع المشي حتى سقط عليه و رجل أقرض رجلا مالا فلم يشهد عليه و رجل جلس في بيته و قال اللهم ارزقني و لم يطلب

6- ب، [قرب الإسناد] ابن طريف عن ابن علوان عن الصادق عن أبيه (ع) أن عليا عليه الصلاة و السلام كان إذا أراد أن يبتاع الجارية يكشف عن ساقيها فينظر إليها

7- صح، [صحيفة الرضا عليه السلام] عن الرضا عن آبائه (ع) قال قال رسول الله (ص) إن الله تعالى غافر كل ذنب إلا من جحد مهرا أو اغتصب أجيرا أجره أو باع رجلا حرا

8- ضا، [فقه الرضا عليه السلام] روي في الجارية الصغيرة تشترى و يفرق بينها و بين أمها فقال إن كانت قد استغنت عنها فلا بأس

ابن طریف ﴿ثقہ﴾، ابن علوان ﴿ثقہ﴾، جعفر صادق ﴿امام صاحب﴾، ابو جعفر ﴿امام صاحب﴾ سے مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام جب بھی کسی کنیز کے خریدنے کا ارادہ کرتے کرتے تو وہ کنیز عورت کی ٹانگوں کو ظاہر کرتے، اور پھر وہاں کا معائنہ کرتے۔ بحار الانوار ج ۱۰۰ ص ۱۲۰

نیز یہی روایت شیخ نراقی نے مستند الشیعہ ج ۱۶ ص ۴۱ میں ﴿۱﴾ اور حمیری القمی نے قرب الاسناد ص ۱۰۳ پر ﴿۲﴾ اور سید علی الطباطبائی نے ریاض المسائل ج ۱۰ ص ۶۴ پر ﴿۳﴾ اور حر العاملی نے وسائل الشیعہ ج ۱۳ ص ۴۸ پر ﴿۴﴾ اور شیخ جواہری نے جواہر الکلام شرح شرائع الاسلام ج ۲۴ ص ۱۶۹ ﴿۵﴾ پر بھی نقل کی ہے۔

بحار الانوار آنلائن عربی:

ابن طریف، عن ابن علوان، عن الصادق، عن اٖبیہ علیہما السلام اٖن علیا علیہ الصلاۃ والسلام کان إذا اٖراد اٖن یبتاع الجاریۃ یکشف عن ساقیہا فینظر اٖلیہا

ترجمہ:

امام صادق (ع) فرماتے ہیں کہ جب علی (ع) کسی باندی کو خریدنے کا ارادہ کرتے تو وہ باندی کی رانوں کو ننگا کرتے اور اس کا معائینہ کرتے۔

شیعہ مذہب کے مطابق بھی باندی کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے۔ بحار الانوار (لنک):

ابن طریف، عن ابن علوان، عن الصادق، عن اٖبیہ علیہما السلام اٗنہ قال: إذا زوج الرجل اٖمتہ فلا ینظرن إلی عورتہا، والعورۃ ما بین السرۃ إلی الرکبۃ

ترجمہ:

امام کہتے ہیں اگر کوئی شخص اپنی باندی کا نکاح کسی دوسرے شخص سے کر دے تو وہ مالک پھر ایسی باندی کا ستر نہ دیکھے، اور باندی کا ستر ناف سے لے کر گھٹنے تک ہے۔

اور وسائل الشعیہ میں درج ہے کہ ذمی عورت کی بھی باندی کی طرح کوئی "حرمت" نہیں ہے۔ وسائل الشیعہ (لنک):

۔ محمد بن یعقوب، عن علی بن إبراہیم، عن اٖبیہ، عن النوفلی، عن السکونی، عن اٖبی عبداللہ (علیہ السلام) قال: قال رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ): لا حرمۃ لنساء اٖہل الذمۃ اٖن ینظر إلی شعورہن واٖیدیہن.

ترجمہ:۔۔ رسول اللہ نے فرمایا: اھل الذمہ کی عورتوں کی کوئی حرمت نہیں ہے اور ان کے بالوں اور ہاتھوں کو دیکھا جاسکتا ہے۔

من لایحضرہ الفقیہ (جلد سوم) ۲۸۰ للشیخ الصدوق

(۴۵۷۶) جمیل نے فضیل سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا مولا میں آپؑ پر قربان ہمارے بعض اصحاب نے آپؑ سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنے برادر مومن کے لئے اپنی کنیز کی شرمگاہ کو حلال کردے تو وہ اس برادر مومن کے لئے حلال ہے۔ آپؑ نے فرمایا ہاں اے فضیل۔ میں نے عرض کیا کہ پھر آپؑ کیا فرماتے ہیں ایک شخص کے متعلق کہ جس کے پاس ایک عمدہ نفس پاکیزہ کنیز ہے اس نے اپنے بھائی کے لئے اس کنیز کی شرمگاہ کو چھوڑ کر اور سب کچھ اس کے لئے حلال کر دیا تو کیا اس کے لئے یہ جائز ہے کہ اس کنیز کی بکارت کو توڑے؟ آپؑ نے فرمایا نہیں اس کے لئے بس اتنا ہی جائز ہے جتنا اس کے بھائی نے اس کے لئے حلال کیا ہے۔ اگر وہ کنیز کی صرف شرمگاہ کو اس کے لئے حلال کئے ہوتا تو اس کی شرمگاہ کے سوا کوئی اور چیز اس کے لئے حلال نہ ہوتی۔ میں نے عرض کیا مگر اس کے متعلق آپؑ کی کیا رائے ہے کہ گو اس نے شرمگاہ کو چھوڑ کر اور ہر بات اس کے لئے حلال کی ہے مگر غلبہ شہوت کی وجہ سے وہ اس کی بکارت توڑ دے۔ آپؑ نے فرمایا یہ اس کے لئے جائز نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا اگر وہ ایسا کر گزرے تو کیا وہ زانی قرار پائے گا؟ آپؑ نے فرمایا زانی نہیں لیکن خائن قرار پائے گا اور اس کنیز کی قیمت کا دسواں حصہ وہ مالک کو تاوان ادا کرے گا۔

شیعہ فقہ کے مطابق اگر "دخول" نہیں ہوا ہے تو پھر خالی باندی کے ننگے جسم سے کھیلنے اور لطف اٹھانے سے عدت واجب نہیں ہوتی، تو مالک باندی کو فوری طور پر دوسرے شخص کے لیے حلال کر سکتا ہے جو کہ اس کے ننگے جسم سے کھیل سکتا ہے۔

اور ائمہ اہلبیت کے متعلق بھی شیعہ روایات میں درج ہے کہ عمر ابن الخطاب کی طرح وہ بھی باندی عورت کو حجاب لینے پر مارتے تھے:

Wasail-us-Shia (link) and Alal Sharai (link):

سألت أبا عبد الله (ع) عن المملوكة تقنع رأسها إذا صلت؟ قال لا قد كان أبي إذا رأى الخادمة تصلي في مقنعة ضربها لتعرف الحرة من المملوكة

"I asked Aba `Abd Allah [al-Sadiq] (as) concerning the possession's covering of her head when she prayed? He replied: 'No! For when my father saw the female servant *praying* with a scarf on, he *hit* her; so that the free can be known from the possession."

And it is in Man La Yahduruh al-Faqih – the author al-Saduq – [1:373] and Wasail-us-Shia (link) that Imam al-Baqir said:

ليس على الأمة قناع في الصلاة

"There is no cover for the slave girl during pray."

This report is declared “Sahih” by the Grand Ayatullah al-Sayyid Muhammad Sadiq al-Ruhani in Fiqh al-Sadiq [4:228]

In fact, it is narrated in Qadi Nu`man al-Maghribi’s Da`a’im al-Islam [1:177] and al-Nuri’s Mustadrak al-Wasa’il [3:217] that Ja`far al-Sadiq was asked about the permissibility for a slave girl to cover her head during prayers and he replied:

لاکان إبی رضوان اللہ علیہ إذا رای إمۃ تصلی و علیہا مقنعۃ ضربہا و قال یالکع لا تتشبہی بالحرائر

“No, When my father, `alayh as-salam, saw a slave girl praying and she had a scarf on her, he hit her! And he

said: ‘You rascal! Do not resemble the free ones!’”

باب :- کنیزوں کا استبرا (ان کے رحم کو پاک کرنا)

(۴۵۴۵) عبداللہ بن قاسم نے عبداللہ بن سنان سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ مامون نے ایک شخص سے ایک کنیز خریدی اور مجھے بتایا کہ وہ اسے کبھی مس نہ کرے گا جب تک اس کو حیض نہ آجائے اور حیض سے پاک نہ ہوجائے ۔ آپؑ نے فرمایا جب تک کہ اس کنیز کا استبراء ایک حیض سے نہ ہوجائے جائز نہیں کہ اس سے مجامعت کی جائے لیکن اس کی شرمگاہ کو چھوڑ کر سب کچھ جائز ہے ۔ وہ لوگ جو کنیزیں خریدتے ہیں اور ان کے استبراء کرانے سے پہلے ہی مجامعت کرتے ہیں وہ خود اپنے مال سے زنا کرتے ہیں ۔

(۴۵۴۶) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب کوئی شخص کوئی ایسی کنیز جو ابھی بالغ نہیں (یعنی اس کو حیض آنا شروع نہیں ہوا) یا ایسی بڑھیا ہوگئی جس کو اب حیض آنا بند ہوگئے تو اگر اس کو استبراء نہ کرائے تو کوئی حرج نہیں ۔

(۴۵۴۷) علاء نے محمد بن مسلم سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے آنجناب علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے ایک کنیز خریدی جس کے مالک نے ابھی اس سے جماع کیا تھا کیا اس کے رحم کا بھی استبرا کیا جائے ۔ آپؑ نے فرمایا ہاں ۔ میں نے عرض کیا کہ ایسی کنیز جس کو حیض نہیں آیا اس کے ساتھ کیا کیا جائے ؟ آپؑ نے فرمایا اس کا معاملہ مشکل ہے اگر وہ اس سے جماع کرتا ہے تو جب تک یہ ظاہر نہ ہوجائے کہ وہ حاملہ ہے یا نہیں اس کے اندر انزال نہ کرے میں نے عرض کیا کہ یہ کتنے دنوں میں ظاہر ہوگا ؟ آپؑ نے فرمایا پینتالیس (۴۵) دنوں میں ۔

باب :- ایک غلام اپنے مالک کی بغیر اجازت نکاح کرتا ہے

(۴۵۴۸) موسیٰ بن بکر نے زرارہ سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص کے غلام نے اس کی اجازت کے بغیر ایک عورت سے نکاح کیا اور اس عورت سے دخول کیا پھر اس کے بعد اس کی اطلاع اپنے مالک کو دی ۔ آپؑ نے فرمایا یہ اس کے مالک کی مرضی پر ہے چاہے تو ان دونوں کو جدا کردے اور چاہے تو ان دونوں کا نکاح جائز قرار دے دے ۔ اگر وہ ان دونوں کو جدا کرتا ہے ۔ تو عورت کے لئے وہ ہے جتنا غلام نے اس کو مہر میں دے دیا ہے مگر یہ کہ غلام نے اس کو مہر بہت زیادہ نہ دے دیا ہو ۔ اور اگر اس نے نکاح کی اجازت دے دی تو وہ دونوں اپنے پہلے نکاح پر رہیں گے (دوسرے نکاح کی ضرورت نہیں) تو میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ پھر وہ غلام اصل نکاح کرنے میں گنہگار ہوا ؟ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اس نے ایک حلال کام کیا ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی ہے ۔ اس نے اپنے مالک کی نافرمانی کی ہے اللہ تعالیٰ کی

شیعہ فقہ: مالک اپنے غلام کی بیوی کو چھین کر اس کا ریپ کر سکتا ہے

سنی فقہ کی طرح شیعہ فقہ میں اگر مالک نے اپنی باندی کا نکاح اپنے غلام سے کر دیا ہے، تو وہ جب چاہے شہوت آنے پر غلام سے اس کی بیوی چھین سکتا اور حیض کا خون ختم ہونے پر اپنی جنسی شہوت کو پورا کر

سکتا ہے۔ اور جب اپنی شہوت کو پورا کر لیے تو پھر دوبارہ غلام کو دے سکتا ہے اور اس دفعہ کسی نکاح کی تجدید کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی۔

> Tafsir al-Mizan of Allamah Tabatabai (tafsir of verse 4:24, and those around it -- can be accessed here):
> **It has been narrated in traditions that the master of a married slave woman may take away that woman from her husband, keep her untouched for the prescribed term, then have sexual relation with her, and thereafter return her to her husband.** ---Ibn Muskan has narrated through Abu Basir, from one of the two Imams (a.s.), about the word of **Allah**: And all married women except those whom your right hands possess, that he said: "They are the women having husbands except those whom your right hands possess. **If you have give a your slave girl in marriage to your slave boy, you may remove her from him if you so wish.**" "I said: 'Do you see, if he has given her in marriage to other than his own slave boy?' He said: '(Then) he has no right to remove (her from him) until she is sold away; then if he sells her, her affair is transferred to other than him (i.e, to the buyer); then the buyer may separate (her from her husband) if he so desires, and may reconfirm (the marriage) if he so wishes." (at-Tafsir, al-'Ayyashi)

Same thing is present in these 3 traditions of Al-Kafi:

> Al-Kafi, vol. 5, page 481 (link):
> (باب) * (الرجل یزوج عبدہ امتہ ثم یشتہیہا) * عن 1 - علی بن إبراہیم، عن ابیہ، عن عبد اللہ بن المغیرة، عن عبد اللہ بن سنان، عن ابی عبد اللہ (علیہ السلام) قال: سمعتہ یقول: إذا زوج الرجل عبدہ امتہ ثم اشتہاہا، قال لہ: اعتزلہا فإذا طمثت وطئہا ثم یردہا علیہ إذا شاء. 2 - محمد بن یحییٰ، عن احمد بن محمد، عن ابن محبوب، عن ابی ایوب، عن محمد بن مسلم قال: سائت ابا جعفر (علیہ السلام) عن قول اللہ عزوجل: (المحصنات من النساء إلا ماملکت ایمانکم) (1) قال: ہو ان یأمر الرجل عبدہ وتحتہ امتہ فیقول لہ: اعتزل

امرإتك ولا تقربها ثم يحبسها عنه حتى تحيض ثم يمسها (2) فإذا حاضت بعد مسه إياها ردها عليه بغير نكاح. 3- محمد بن يحيىٰ، عن محمد بن إحمد، عن إحمد بن الحسن، عن عمرو بن سعيد، عن مصدق بن صدقة، عن عمار بن موسى، عن إبي عبد الله (عليه السلام) قال: سألته عن الرجل يزوج جاريته من عبده فيريد إن يفرق بينهما فيفر العبد كيف يصنع؟ قال: يقول لها: اعتزلي فقد فرقت بينكما فاعتدي فتعتد خمسة وإربعين يوما ثم يجامعها مولاها إن شاء وإن لم يفر قال له مثل ذلك، قلت: فإن كان المملوك لم يجامعها، قال: يقول لها: اعتزلي فقد فرقت بينكما ثم يجامعها مولاها من ساعته إن شاء ولا عدة عليها.

Chapter on a man who marries his (male) slave to his slave-girl, then desires her (the slave-girl).
The three hadith basically say the same thing that Allamah Tabatabai mentioned in his tafsir--that an owner of a slave girl, who is married to his (male) slave, can separate the slave-girl from her husband until she menstruates (or separate her for a period of 40 to 50 days, according to the third hadith), and then can have sexual relations with her. And then she can be returned to her husband (the male slave) without any need to renew their nikah.
The gradings of these three ahadith according to Allamah Majlisi are: Hasan, Sahih and Muwaththaq.

کچھ شیعہ حضرات کو آیت 4:25 سے ایک مظالطہ ہوتا ہے کہ مالک کو بھی اپنی باندی سے سیکس کرنے کے لیے نکاح کی ضرورت ہے۔ یہ مظالطہ غلط ہے۔ شیعہ فقہ کے مطابق اگر کوئی شخص غریب ہے، اور وہ نہ آزاد عورت سے نکاح کر سکتا ہے، اور نہ ہی خود اپنے لیے باندیاں خرید سکتا ہے، تو پھر وہ کسی اور مالک کی باندی سے نکاح کر سکتا ہے، مگر اس کو بھی اسلام (شیعہ اور سنی فقہ دونوں میں) بری نظروں سے دیکھا گیا ہے، کیونکہ ایسی صورت میں اس شخص کا پیدا ہونے والا بچہ اس مالک کا غلام ہو گا کہ جس کی باندی سے اس شخص نے نکاح کیا تھا۔

علامہ طباطبائی اپنی تفسیر المیزان میں اسی آیت 2:25 کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ مالک اپنی باندی سے نکاح تک نہیں کر سکتا ہے کیونکہ ایسا نکاح "باطل" ہے (تفسیر کا لنک، تفسیر المیزان، آیت 4:25، صفحہ 106):

The words, ''those whom your right hands possess'', actually means slaves of other believers than him who intends to marry, because a man is not allowed to 'marry' his own slave girl — such a marriage is void.

کتاب الکافی میں باندیوں کے متعلق پورا باب

الکافی میں باندیوں کے متعلق احکامات، صفحہ 31 سے پڑھئے (انگریزی لنک، عربی لنک)۔

یہ بہت ساری روایات ہیں، جن میں وہ تمام شرمناک احکامات موجود ہیں جو کہ اوپر ہم نے سنی فقہ میں دیکھے ہیں۔

مسلمانوں کے پیش کردہ بہانوں کا تجزیہ:

مسلم دعوی: صرف اسلام نے آکر غلاموں سے اچھے سلوک کا حکم دیا

مشینوں کے حقوق نہیں ہوتے، اسی طرح غلاموں کے کوئی حقوق نہیں تھے، مشینوں کو تیل اور آرام اس لیئے دیا جاتا ہے کہ کارآمد رہیں، اگر مشین خراب ہو جائے تو کاٹھ کباڑ میں بیچ دی جاتی ہے، لوہے کی بھٹی میں پگھلا دیا جاتی ہے، اور کوئی اس کی بربادی پر آنسو نہیں بہاتا۔ غلاموں کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوتا تھا، ان میں مشینوں جتنی برداشت نہیں تھی، روتے بھی تھے، خدا سے التجائیں دعائیں بھی مانگتے تھے، مگر خدا کہاں تھا؟ خدا نے گناہ سے نجات کا راگ تو خوب الاپا مگر غلامی سے نجات کے معاملے میں اس کی زبان آج تک گنگ ہے

اسلام جو غلاموں سے اچھے سلوک کا حکم دیتا ہے، تو یہ کوئی نئی چیز نہیں بلکہ صدیوں پہلے بہت سے کلچرز تھے جو کہ غلاموں کو حقوق دیتے تھے۔ انسانی فطرت شروع دن سے انسانی عقل کو اشارہ دیتی رہی کہ غلامی اچھی چیز نہیں۔ اور یہودیوں اور عیسائیوں میں بھی مسلمانوں سے بہتر احکامات موجود تھے کہ غلاموں کو اپنا سگا بھائی سمجھو۔

مثلاً عہد نامہ جدید (New Testament) کے مطابق مالکوں کو کہا گیاہ وہ اپنے غلاموں کی خدمت اپنے سگے بھائیوں سے بھی بڑھ کر کیا کریں، اور انہیں ڈرایا اور دھمکایا نہ کریں:

> Masters were told to serve their slaves "in the same way"[88] and "even better" as "brothers",[89] to not threaten them as God is their Master as well.
> (Ref: Slavery in the New Testament)

غلاموں سے اس اچھے سلوک کی ہدایات اور قوانین آپ کو اسلام سے قبل کے معاشروں میں عام مل جائیں گے۔

مسلم دعویٰ: صرف اسلام نے غلاموں کو آزاد کرنے کی ترغیب دی

اسلام عذر خواہ بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ اسلام نے پہلی مرتبہ غلاموں کو آزاد کرنے کی ترغیب دی۔ مگر یہ غلط ہے اور اصل حقیقت یہ ہے کہ ہزاروں سال پرانی کافر تہذیبوں اور اہل کتاب میں انسانیت کے نام پر غلاموں کو آزاد کیا جاتا تھا جسکے متعلق آپ یہاں (لنک) تفصیل سے پڑھ سکتے ہیں۔

اور حتیٰ کہ پیغمبر اسلام کے وقت کے کافر معاشرے میں بھی اچھے کام کرنے پر غلاموں کو آزاد کر دینے کا رواج موجود تھا۔

صحیح بخاری (لنک) میں عروہ سے مروی ہے کہ جب ابو لہب کی لونڈی ثوبیہ نے جنابِ محمد کو دودھ پلایا تو ابو لہب نے انہیں آزاد کر دیا۔

اسی طرح صحیح بخاری میں ہے کہ حکیم بن حزام نے دور جاہلیت میں ایک سو غلاموں کو خرید کر آزاد کر دیا تاکہ اپنے دیوی دیوتاؤں کو خوش کر سکیں۔

صحیح بخاری، کتاب العتق (لنک):

> إِنَّ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَعْتَقَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِائَةَ رَقَبَةٍ
> عروہ روایت کرتے ہیں کہ حکیم بن حزام نے زمانہ جاہلیت میں سو غلام آزاد کئے

جبکہ بنی اسرائیل میں 7 سال خدمت کے بعد بنی اسرائیل کے غلاموں اور کنیزوں کو خود بخود اچھے طریقے سے کچھ دے دلا کر آزاد کر دینے کا حکم تھا (حوالہ: بائیبل، استثنا باب 15)۔

اور قدیم یونان میں بھی (اسلام سے ہزار سال قبل ہی) غلاموں کو اچھے سلوک کی وجہ سے آزادی دے دی جاتی تھی۔ اگر غلام کے پاس پیسہ ہوتا تھا تو وہ نہ صرف یہ کہ اپنی آزادی خرید لیتا تھا، بلکہ اپنے کئی ساتھیوں کو بھی آزاد کروا لیتا تھا۔ بہت سے رومی مالک وصیت کرتے تھے کہ انکے مرنے کے بعد انکے

تمام غلام آزاد ہوں گے۔ یہ رسم اتنی بڑھی کی رومی بادشاہ آگسٹس کو اس رسم پر قید لگانی پڑی۔ دوسری قید اسے یہ لگانی پڑی کہ 30 سال سے کم عمر کے غلام آزاد نہیں ہوں گے۔ (لنک)۔ اتنے بڑے پیمانے پر غلاموں کی آزادی کی مثال اسلام ایک ہزار سال کے بعد بھی پیش نہ کر سکا۔ زیادہ سے زیادہ اسلام نے ام ولد کا تصور دیا۔ یعنی یہ کہ وہ کنیز باندی جس سے بچہ پیدا ہو، وہ مالک کے مرنے کے بعد آزاد ہو جائے گی۔ مگر یہ تصور بھی پیغمبر اسلام محمد کا دیا ہوا نہیں، بلکہ خلیفہ دوم جناب عمر ابن الخطاب کا دیا ہوا تھا، اور بنیادی طور پر اسلامی شریعت میں ایک بدعت ہے۔

مسلم دعوی: اسلام نے سب سے پہلے مکاتبت کے ذریعے غلام آزاد کیے

اسلام عذر خواہ سب سے زیادہ مکاتبت کے حوالے سے فخر کرتے ہیں کہ اسلام کا انقلاب یہ تھا کہ وہ غلاموں کو مکاتبت کی اجازت دیتا ہے (مکاتبت یہ ہے کہ غلام اپنے مالک سے معاہدہ کرے کہ وہ محنت مزدوری کر کے مالک کو ایک مقررہ رقم ادا کر کے اپنی آزادی خرید لے گا)۔ مگر اس موقع پر یہ عذر خواہ عام مسلمان عوام کو یہ نہیں بتلا رہے ہوتے کہ یہ کوئی نئی چیز نہیں کہ جس پر اسلام فخر کر سکے، بلکہ صدیوں پرانی روایت تھی جو کہ کفارِ عرب کے کلچر کا حصہ تھی اور حتیٰ کہ عرب کے کفار بھی غلاموں کو یہ حق دیتے تھے کہ وہ مکاتبت کر کے آزادی حاصل کر سکیں (لنک)، اور اسی زمانہ جاہلیت کے عرب کلچر سے محمد صاحب نے اس کو نقل کیا۔

اور قدیم یونان میں اسلام سے ایک ہزار سال قبل ہی مکاتبت کے ذریعے غلام اپنی آزادی خرید سکتے تھے (لنک)۔

نیز اسلام کے مطابق مالک پر لازم نہیں تھا کہ وہ اپنے غلام سے ہر صورت مکاتبت کرے، بلکہ یہ مالک کی مرضی ہے کہ وہ اس پر مانے یا پھر نہ مانے۔

> موطاء امام مالک (لنک):
> امام مالک کہتے ہیں ہمارے نزدیک یہ حکم ہے اگر غلام اپنے مولیٰ کو کہے مجھ کو مکاتب کر دے تو مولیٰ پر ضروری نہیں خواہ مخواہ مکاتب کرے اور میں نے کسی عالم سے نہیں سنا کہ مولیٰ پر جبر ہو گا اپنے غلام کے مکاتب کرنے پر

مزید اس مسئلے پر آپ یہاں پڑھ سکتے ہیں۔

چنانچہ مکاتبت کے ذریعے غلاموں کی آزادی اسلام کا کارنامہ نہیں تھا، بلکہ اسلام سے پہلے سے اس کا رواج چلا آ رہا تھا، اور وہیں سے محمد صاحب نے اس کو نقل کیا۔

مسلم دعوی: اسلام نے آکر پہلی مرتبہ "ام الولد" باندی کو آزادی دی

اسلام عذر خواہ "ام ولد" کنیز کی آزادی کے حوالے سے بھی فخر کرتے ہیں کہ مالک کے مرنے کے بعد وہ آزاد ہوتی ہے (ام ولد ایسی کنیز کو کہا جاتا ہے جس نے مالک کے بچے کو جنا ہو)۔

پہلی بات:

یہ جھوٹ ہے کہ اسلام نے ام ولد کو آزادی دی۔ شریعت وہ ہے جو اللہ وحی کے ذریعے محمد پر نازل کرتا تھا۔ مگر اللہ نے اپنی شریعت میں کہیں بھی وحی کے ذریعے ام ولد کو آزادی نہیں دی۔ بلکہ اس معاملے میں بھی محمد صاحب موسوی شریعت کو چھوڑ کر عرب کے جاہل معاشرے کے قوانین کی پیروی کر رہے تھے کہ جہاں:

1. مالک کو اجازت ہوتی تھی کہ وہ اپنی زندگی میں ہی ایسی ام الولد باندی کو بیچ دے۔
2. یا پھر مالک ایسی باندی کی شادی اس کی مرضی کے برخلاف کسی بھی شخص یا اپنے کسی غلام سے کر سکتا تھا۔
3. اور مالک کے فوت ہونے کے بعد بھی ام الولد کو آزادی نہیں ملتی تھی، بلکہ وہ بطور ترکہ مالک کے تمام بچوں کے حصے میں بطور باندی آتی تھی اور وہ اسے بیچ کر رقم کو آپس میں تقسیم کر لیتے تھے۔
4. محمد صاحب ام الولد کے معاملے میں زمانہ جاہلیت کے عرب قوانین کی پیروی کر رہے تھے۔

محمد اور ابو بکر کے بعد جب عمر خلیفہ بنے تو انہوں نے پہلی مرتبہ صحابہ کو ام ولد بیچنے سے منع کیا کیونکہ عمر کو پتا چلا کہ اُس وقت کی ترقی یافتہ اور تہذیب یافتہ تہذیبوں میں ام الولد کو بیچا نہیں جاتا تھا۔ وگرنہ پیغمبر اسلام کے زمانے میں ام ولد کو بیچ دیا جاتا تھا۔

چنانچہ یہ تو عمر ابن خطاب کی "بدعت" ہے، جہاں انہوں نے شریعت کے "حلال اللہ" (یعنی ام الولد کے بیچے جانے) پر پابندی لگا دی۔

سنن ابو داؤد (لنک):
عن جابر بن عبد اللہ قال بعنا إمهات الأولاد على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبي بكر فلما كان عمر نهانا فانتهينا
ترجمہ:

صحابی جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ کے عہد میں ام الولد باندیوں کو (اپنے بچوں سے علیحدہ کرکے) بیچا کرتے تھے اور ابو بکر کے دور میں بھی، مگر پھر عمر ابن خطاب نے اپنے دور میں اس سے منع کر دیا اور پھر ہم اس سے رُک گئے۔
سعودی مفتی البانی نے اس روایت پر "صحیح" کا حکم لگایا ہے (لنک)

یہی روایت سنن ابن ماجہ میں ایک اور صحیح طریقے سے نقل ہوئی ہے۔

سنن ابن ماجہ (لنک):
جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، يَقُولُ كُنَّا نَبِيعُ سَرَارِينَا وَأُمَّهَاتِ أَوْلاَدِنَا وَالنَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فِينَا حَيٌّ لاَ نَرَى بِذَلِكَ بَأْسًا .
ترجمہ:
صحابی جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ ہم اپنی باندی عورتوں اور ام الولد باندیوں کو رسول اللہ کے عہد میں (بچوں سے علیحدہ کرکے) بیچ ڈالتے تھے، اور ہم انہیں بیچنے میں کوئی ہرج نہیں سمجھتے تھے۔
اس روایت کو بھی سعودی مفتی البانی نے "صحیح" قرار دیا ہے (لنک)

دوسری بات:

اگرچہ کہ عمر ابن خطاب نے ام الولد کے بیچنے پر پابندی لگا دی تھی، مگر اس کے باوجود مالک کو حق تھا کہ خود اپنا بچہ پیدا کرنے کے بعد اپنی ام ولد باندی کو کسی اور شخص سے بیاہ دے اور اس شخص سے حق مہر کی رقم حاصل کرے اور پھر اس شخص کے بچے اپنی ام ولد سے پیدا ہونے دے۔ (فتاویٰ عالمگیری (جلد 6، صفحہ 162)

یہ خدا کی ہی شان ہے کہ مذہبی طبقات لبرلز پر طعنہ کستے ہیں کہ لبرلز نے عورت کو مارکیٹ کی ضرورت بنا دیا۔ مگر یہ مذہبی طبقات اپنے گریبان میں نہیں جھانکتے جہاں انکے ہاں خواتین کی باقاعدہ جنس (commodity) کے طور پر خرید و فروخت ہو سکتی ہے۔ حتیٰ کہ جن کے بڑے بڑے نامور ایمان یافتہ صحابہ اپنے بچوں کی ماؤوں تک کو بازار میں بیچ ڈالا کرتے تھے۔

اسکے علاوہ اسلام نے اہل کتاب سے دیگر جو چیزیں نقل کیں، وہ کنیز باندی کی عدت کا مسئلہ تھا (استثنا باب 21)، بدکاری پر کنیزوں کی سزا آزاد عورت سے کم ہونے کا مسئلہ (احبار باب 19) وغیرہ شامل ہیں۔

تیسری بات:

اسلام نے تو مالک کو حق دے دیا تھا کہ وہ اپنے ہی بچے کے نسب کا انکار کر کے بچے کو باندی کا "ولد الحرام" بنا دے، اور یوں باندی کے "ام الولد" ہونے کا بھی خاتمہ ہو جائے۔

کیا کوئی باپ واقعی اپنی اولاد کو خود حرامزادے بنا سکتا ہے، اور پھر بطور غلام/باندی آگے بیچ سکتا ہے؟

یقیناً ایسا سوچ کر ہی ہر کوئی کانپ جاتا ہے۔

مگر اسلام میں ایسا ہے کیونکہ محمد صاحب زمانہ جاہلیت کے غلامی کے اصولوں کی پیروی کر رہے تھے۔

سنن ابن ماجہ، وراثت کا بیان (لنک):

> عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس بچہ کا نسب اس کے باپ کے مرنے کے بعد اس سے ملایا جائے اس طرح کہ اس کے وارث اس کے مرنے کے بعد یہ دعویٰ کریں کہ یہ اس کا بچہ ہے تو آپ نے اس کے بارے میں یہ فیصلہ فرمایا کہ جو بچہ ایسی باندی سے ہو جو بوقت صحبت اس کی ملکیت میں تھی تو اس بچے کا نسب اس شخص سے مل جائے گا... **لیکن اگر باپ نے اپنی زندگی میں ہی اپنی باندی سے پیدا ہونے والے اس بچے کے نسب کا انکار کر دیا (کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے) تو پھر اس بچے کا نسب باپ سے ثابت نہیں ہوگا۔**
> البانی نے اس روایت پر حسن کا حکم لگایا ہے (لنک)۔
> یہی روایت سنن ابو داؤد میں عمرو بن شعیب سے نقل ہوئی ہے، اور اس پر بھی حسن کا حکم ہے (لنک)

امام سرخسی اپنی کتاب مبسوط السرخسی میں لکھتے ہیں (لنک):

> وولد ام الولد ثابت من المولی مالم ینفہ لانہا فراش لہ و قال علیہ الصلاۃ والسلام الولد للفراش ولکن ینتفی عنہ بمجرد النفی عندنا
> ترجمہ:
> باندی سے پیدا ہونے والی اولاد کے نسب کو صرف اس وقت مالک سے جوڑا جائے گا جب وہ مالک اس کا انکار نہیں کرتا کیونکہ وہ باندی اس کے ساتھ ہمبستر ہوئی۔ پھر رسول اللہ علیہ الصلوۃ السلام نے فرمایا کہ بچے کا نسب مالک سے اس صورت میں نہیں جڑے گا اگر مالک اس کا انکار کر دے۔

اور امام ابن ھمام اپنی کتاب فتح القدیر میں لکھتے ہیں (لنک):

إم الولد بسبب إن ولدہا، وإن ثبت نسبہ بلا دعوۃ ینتفی نسبہ بمجرد نفیہ ،بخلاف المنکوحۃ لا ینتفی نسب ولدہا إلا باللعان

ترجمہ: کنیز باندی کا بچہ، جس کی ولدیت اگر بغیر کسی ثبوت کے بھی ثابت ہو سکتی ہو، مگر اگر مالک اسکا انکار کر دے تو بچے کا نسب جاری نہ ہو گا اور یہ حکم (آزاد عورت سے کیے گئے) نکاح کے بر خلاف ہے جہاں ایک بچے کی ولدیت سے اُسوقت تک انکار نہیں کیا جا سکتا جبتک کہ "لعان" کی منزل نہ طے کر لی جائے۔

چوتھی بات:

ایک طرف اسلام ہے جو کہ ام الولد کو بیچ ڈالتا ہے، اس کا نکاح دوسرے شخص سے کر دیتا ہے، یا سرے سے ہی مالک بچے کے نسب کا انکار کر کے ساتھ میں باندی کے ام الولد ہونے کا بھی انکار کر دیتا ہے۔

دوسری طرف یہود و نصاری ہیں کہ جہاں باندی سے باقاعدہ مالک کو شادی کرنی پڑ رہی ہے، جس کے بعد سرے سے ایسی باندی کو آگے بیچا ہی نہیں جا سکتا، چاہے اس باندی سے مالک کا کوئی بچہ پیدا بھی نہ ہو، بلکہ اس کی حیثیت خود بخود آزاد بیوی جیسی ہو جاتی ہے۔

تیسری طرف مہاتما بدھا اور ان کے پیروکار ہیں کہ جنہوں نے انسانیت کے نام پر عقل استعمال کرتے ہوئے سرے سے ہی غلامی کے بازاروں کا خاتمہ کر ڈالا، اور پھر مضارعت کے نظام کے ذریعے غلامی کا نظام ختم کر ڈالا۔ چنانچہ کوئی عورت باندی ہی نہ رہی کہ جو مالک اسکا ریپ کر کے اس کو ام الولد بنا پاتا۔ اسی طرح آج کا غیر مذہبی مغربی نظام ہے جس نے انسانیت کے نام پر انسانی عقل کا استعمال کرتے ہوئے غلامی کا خاتمہ کر ڈالا۔

اسلام کا ان مختلف تہذیبوں سے تقابل کرنے کے بعد آپ خود انصاف کر سکتے ہیں کہ آیا واقعی ام الولد کسی بھی طرح اسلام کا کارنامہ ہے، یا پھر اسلام کا باندی پر ظلم۔

مسلم دعویٰ: اسلام نے غلامی کا "بتدریج خاتمہ" کیا تھا

مسلمان دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام نے غلامی کا یکسر خاتمہ نہیں کیا، بلکہ اسکے "بتدریج خاتمے" کے احکامات دیے۔

مسلمانوں کا یہ دعویٰ سراسر غلط اور جھوٹ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے غلامی کا " بتدریج خاتمہ " نہیں، بلکہ غلامی میں " بتدریج اضافہ " کیا۔ پیغمبر اسلام کی اپنی زندگی میں ہی غلاموں کی تعداد میں دن دگنا اور رات چوگنا اضافہ ہونا شروع گیا۔ یہی اضافہ خلفائے راشدین کے دور میں ہوتا رہا۔ اور پھر امت مسلمہ کی پوری 1400 سالہ تاریخ میں یہ اضافہ جاری رہا۔ مسلمانوں کی تاریخ کا کوئی ایک ایسا دور بھی نہیں جہاں کبھی بھی غلاموں کی تعداد میں کمی ہوئی ہو۔

چنانچہ اصل حقیقت یہ ہے کہ اسلامی شریعت نے غلامی کا ہرگز بتدریج خاتمہ نہیں کیا، بلکہ جوں جوں اسلام طاقت پکڑتا گیا، توں توں اسلام شریعت غلامی میں " بتدریج اضافہ " کرتی گئی۔

محمد صاحب نے کہیں پر بھی یہ احکامات نہیں دیے کہ معیشت کی بہتری کی صورت میں بعد میں آنے والے مسلمان اور خلافتیں غلامی کا خاتمہ کریں۔ بلکہ اس کا الٹ ہوا کہ محمد صاحب کی تعلیمات کے نتیجے میں مسلمان خلفاء کے حرم میں باندیوں کی تعدا سینکڑوں، بلکہ کچھ کیسز میں ہزاروں تک جا پہنچی۔

ریاست کو تو چھوڑیئے، محمد صاحب نے تو اپنی ذاتی زندگی میں بھی کبھی اس قبیح اور غیر انسانی رسم سے استفادہ حاصل کرنا بند نہیں کیا۔ اگر محمد صاحب ذاتی زندگی میں ہی اس سے استفادہ نہ کرتے، تو پھر بھی شاید یہ بعد میں آنے والے مسلمانوں کے لیے مشعل راہ بن جاتا، اور کم از کم وہ پرائیویٹ سطح پر اپنے گھروں سے غلامی کا ہی خاتمہ کر ڈالتے۔

سمجھ نہیں آتا کہ پھر اسلام عذر خواہ کیسے اتنے دھڑلے سے یہ سفید جھوٹ بولتے ہیں کہ اسلام نے غلامی کا بتدریج خاتمہ کیا؟

مسلم دعویٰ: اسلام نے پیدائشی غلامی کا خاتمہ کیا

مسلمان عذر خواہ بہت دھڑلے سے جھوٹا پروپیگنڈہ کر رہے ہوتے ہیں کہ اسلام نے سوائے جنگوں کے غلامی کے بقیہ راستے بند کر دیتے۔ مسلمانوں کے اس جھوٹ کے مقابلے میں اصل حقیقت یہ ہے کہ :

1) اسلام ایک جارحانہ مذہب ہے جو کہ غیر حربی قوم پر بھی مسلمانوں کے حملے کو عین حلال قرار دیتا ہے، اور انکی معصوم و بے خطا عورتوں اور بچوں کو غلام بنانے کا حکم دیتا ہے، انکی املاک و جائیداد و پیسے پر قبضہ کرنے اور لوٹ مار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ چنانچہ، تنہا ان معصوم اور بے گناہ عورتوں اور چھوٹے بچوں کو زندگی بھر کے لیے غلام بنا لینا ہی اسلام کی مذمت کرنے کے لیے بہت کافی ہے۔

2) جنگ کے ساتھ ساتھ اسلام نے '**پیدائشی**' غلامی کی لعنت کو بھی مکمل طور پر جاری رکھا ہے۔

3) اسلام کے مطابق غلام مردوں اور غلام باندیوں کے پیدا ہونے والے تمام کے تمام بچے پیدائشی غلام ہی پیدا ہوں گے۔

4) اور پھر یہ "پیدائشی غلامی" کی لعنت آگے بڑھتی ہے اور اسلام نے مالک کو اجازت دی کہ جب بچے کے 2 دانت نکل آئیں، تو مالک اسے باندی ماں سے علیحدہ کر کے بیچ سکتا ہے۔ اور باندی ماں تو پھر اپنے بچے کے 2 دانت نکلنے تک اس کے ساتھ رہ سکتی ہے، مگر بے چارے غلام باپ کو تو مالک بچے کی پیدائش سے پہلے ہی باندی سے علیحدہ کر کے کہیں بھی بیچ سکتا تھا، چاہے باپ نے اپنے بچے کا چہرہ تک نہ دیکھا ہو۔

4) حتیٰ کہ اگر کوئی آزاد شخص بھی کسی دوسرے کی کنیز باندی سے نکاح کرتا ہے، تب بھی اس صورت میں پیدا ہونے والا بچہ کنیز ماں کے مالک کا پیدائشی غلام ہو گا۔ اسی لیے قرآن میں آزاد مسلمان شخص کو مجبوری کی حالت میں کسی دوسرے کی کنیز باندی سے نکاح کی اجازت تو دے دی گئی، مگر قرآن میں ہی اسکی حوصلہ شکنی بھی کی گئی کیونکہ اس صورت میں پیدا ہونے والا بچہ کنیز ماں کے مالک کا پیدائشی غلام ہو گا۔

(قرآن 4:25) ۔۔ (اگر تمہیں نکاح کے لیے آزاد مسلمان عورتیں نہ ملیں تو) باندیوں سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کر لو۔۔۔ یہ اس کے لئے ہے جو تم میں سے زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ رکھتا ہو، لیکن اگر تم صبر کرو (اور باندیوں سے نکاح نہ کرو) تو یہ بہتر ہے تمہارے لئے۔

اس آیت کے ذیل میں تمام مفسرین یہی وجہ بیان کر رہے ہیں کہ باندیوں سے آزاد مسلمان کا نکاح اس لیے اچھا نہیں کیونکہ اس صورت میں پیدا ہونے والا بچہ غلام ہو گا۔ تفسیر در المنثور میں امام جلال الدین سیوطی نے یہ روایات نقل کی ہیں (لنک):

ابن المنذر نے عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "وان تصبروا" یعنی باندی سے نکاح نہ کرنے میں خیر ہے۔ تاہم وہ تمہارے لئے حلال ہیں **کیونکہ ان کی اولاد غلام ہو گی**۔ ابن جریر وابن ابی حاتم نے سدی رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ اگر تم صبر کرو اور باندی سے نکاح نہ کرو یہ خیر ہے تیرے لئے **ورنہ تیری اولاد غلام ہو گی**۔۔۔ (۴۰) ابن ابی شیبہ نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے

روایت کیا کہ باندی سے نکاح کرنا مردار، خون اور سور کا گوشت کھانے کی طرح ہے یہ نکاح حلال نہیں مگر مجبور آدمی کے لئے۔

فتاویٰ ابن تیمیہ، جلد 31، صفحہ 376 او 377:

ابن تیمیہ کے سامنے سوال پیش کیا گیا: "اگر کسی (آزاد) شخص نے کسی دوسرے شخص کی کنیز سے شادی کی اور اسکے نتیجے میں بچہ پیدا ہوا، تو کیا وہ بچہ آزاد ہو گا یا پھر وہ غلام ہو گا"۔
ابن تیمیہ جواب دیتے ہیں: "ایسی صورت میں وہ بچہ اپنی کنیز ماں کے مالک کا غلام ہو گا اور تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کیونکہ بچہ غلامی یا آزادی میں اپنی ماں کے درجے پر ہوں گے (یعنی ماں اگر غلام ہے تو بچے بھی غلام اور اگر ماں آزاد ہے تو بچے بھی آزاد)

اور ابن تیمیہ اپنے فتاوی کی جلد 35، صفحہ 54 پر لکھتا ہے:

اور جو کنیز عورت کا مالک ہے، وہ اس کنیز عورت سے پیدا ہونے والے بچوں کا بھی مالک ہو گا۔ ماں کی ملکیت اس مالک کو حق عطا کرتی ہے کہ وہ اسکے ان بچوں کا بھی مالک بن جائے گا جو کہ کسی اور سے نکاح کی صورت میں پیدا ہوئے ہوں یا پھر ناجائز حرامی طریقے سے پیدا ہوئے ہوں۔ چنانچہ مالک اپنی باندی کی بیٹی سے جماع (سیکس) کر سکتا ہے کیونکہ وہ بھی اسکی جاگیر ہے، بشرطیکہ وہ اسکی ماں سے اس سے قبل جماع نہ کر چکا ہو۔

مصنف ابن ابی شیبہ، مسئلہ 2696 (لنک):

حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ، عَنِ الْعُمَرِيِّ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: وَلَدُ أُمِّ الْوَلَدِ بِمَنْزِلَتِهَا.
ترجمہ:
نافع کہتے ہیں کہ صحابی ابن عمر نے کہا کہ "لونڈی کی (اپنے مالک کے علاوہ اولاد) اپنی ماں کے درجے پر ہے۔

ابن ابی شیبہ نے اس مسئلے کے ذیل میں مزید کئی روایات نقل کی ہیں، اور وہ سب یہی بیان کر رہی ہیں کہ لونڈی کی اولاد اسی کے درجے پر ہے۔

مسلم دعویٰ: اسلام نے سوائے جنگوں کے، بقیہ غلامی کے راستے بند کر دیے

اسلام عذر خواہ ڈینگ مارتے ہیں کہ اسلام نے کسی کو اغوا کر کے اسے غلام و کنیز بنانے پر پابندی لگا دی ہے۔

جواباً عرض ہے کہ:

- یہ اغوا نہ کرنے والی پابندی تو پہلے سے اہل کتاب میں موجود تھی۔
- چنانچہ اس چیز کی ڈینگ مارنے کی بجائے آپ عوام کو یہ کیوں نہیں بتلاتے کہ مسلمانوں کو کھلی چھٹی تھی کہ وہ غیر ملکوں میں جا کر ایسے سینکڑوں ہزاروں اغوا شدہ غلام اور کنیز باندیاں خریدتے پھریں، اور پھر کھلی چھٹی تھی کہ انہیں اسلامی خلافت میں لا کر سرِ بازار شہوت زدہ مسلمانوں کو فروخت کریں۔
- ایسے ہزاروں 'خواجہ سراوئں' اور ہزاروں لاکھوں کنیزوں کو باہر سے لا کر مسلمان امراء اپنا منہ کالا کرتے تھے۔
- اور اگلا مسئلہ ہے اسلام **میں "پیدائشی غلامی"** کا، جس کے تحت غلاموں کے پیدا ہونے والے بچے بھی پیدائشی غلام ہی پیدا ہوتے تھے۔ اسلام نے ہرگز اس پیدائشی غلامی کے فتنے کا خاتمہ نہیں کیا۔ افسوس کہ مسلمان اسلام کے متعلق یہ حقیقت چھپا کر اسلام کے دفاع کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں، جو کہ صریحاً بد دیانتی ہے۔

مسلم دعویٰ: اسلام نے غلاموں کو ہیجڑہ بنانے کی اجازت نہیں دی

یہ دعویٰ بھی مکمل طور پر درست نہیں ہے۔

اسلام نے مسلمانوں کو کھلی اجازت دی ہے کہ وہ دوسرے ممالک سے ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں غلام خریدیں، چاہے وہ ایسے غلام ہی کیوں نہ ہوں کہ جن کے خصیے کاٹ کر انہیں ہیجڑا (خواجہ سرا) ہی کیوں نہ بنا دیا گیا ہو۔

اس حلال اللہ کی وجہ سے اسلامی خلافتوں کی حالت یہ تھی حرم میں موجود بیویوں اور باندیوں پر نظر رکھنے کے لیے خلفاء اور سلاطین اور امراء ہزاروں کی تعداد میں ایسے غلاموں کو دوسرے ممالک سے درآمد کرتے تھے کہ جن کے خصیے کاٹ کر انہیں خواجہ سرا بنایا گیا ہوتا تھا۔ بلکہ مسلمانوں کی وجہ سے ڈیمانڈ میں

اتنا اضافہ ہوتا تھا کہ دوسرے ممالک میں بڑے پیمانے پر یہ چیز پریکٹس کی جاتی تھی تاکہ مسلمانوں کی ڈیمانڈ کو پورا کیا جا سکے۔

مسلم دعویٰ: مسلمانوں کا قیدی عورتوں کا باندی بنا کر سیکس کرنا ان عورتوں کو پروٹیکشن مہیا کرنا تھا

افسوس ہی ہے مسلمانوں کی اس چالاکی پر کہ جہاں عورت کے خلاف کیے گئے جرائم کو ہی وہ پروٹیکشن کا نام دے رہے ہیں۔

☆ یعنی عورت کو تحفظ چاہیے تھا کہ کوئی ان کا ریپ نہ کرے، کوئی انہیں غلامی کے بازاروں میں ننگا نہ بیچے، کوئی انہیں بار بار مختلف مردوں کو سیکس سروس مہیا کرنے پر مجبور نہ کرے۔

☆ عورت کو تحفظ چاہیے تھا کہ کوئی زندگی بھر کے لیے انہیں غلام نہ بنائے۔

☆ عورت کو تحفظ چاہیے تھا کہ کوئی ان سے جبراً مزدوری نہ کروائے۔

☆ عورت کو تحفظ چاہیے تھا کہ اس کے بچے اس سے جدا نہ کیے جائیں

☆ عورت کو تحفظ چاہیے تھا کہ کوئی اس کے بچوں کو "پیدائشی غلامی" میں نہ دھکیلے۔

لیکن پروٹیکشن کے نام پر تو اسلام خود ہی ان عورتوں کو ان تمام کے تمام جرائم کا نشانہ بنا رہا ہے۔

اس سے زیادہ تذلیل اور اس سے زیادہ ظلم عورت پر ممکن ہی نہیں کہ اس کے باپ، بھائی،، شوہر اور بیٹوں کو ذبح کر کے اسی رات کو انہیں سیکس سروس مہیا کرنے پر مجبور کیا جائے۔

مسلمانوں سے کہیں زیادہ پروٹیکشن تو یہود و نصاریٰ نے ان بے بس عورتوں کو دی کہ کم از کم ایک مہینہ تو اپنے گھر والوں کے قتل پر غم منانے کے لیے دے دیا۔ اور پھر شادی کر کے اسے آزاد عورت کے برابر حقوق دے دیے کہ جہاں کوئی دوسرا اب اس کو سکس سروس مہیا کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔

اس سے بھی زیادہ حقوق ملحد/اگناسٹک بدھسٹوں نے عورت کو دیے کہ جہاں اشوکا نے پورے ہندوستان سے غلامی کے بازاروں کا مکمل خاتمہ کر ڈالا، اور بعد کی بدھ حکومتوں نے مضارعت (مزدوری) کا نظام جاری کر کے غلامی کا مستقل خاتمہ کر ڈالا۔

اگر اسلام کو واقعی عورت کو تحفظ دینا ہوتا تو اسے جنگ کے بعد ان عورتوں کے تمام مال واسباب اور جائیداد اور گھروں کو لوٹنا ہی نہیں چاہیے تھا۔

اگر تحفظ دینا تھا تو پھر ان عورتوں کو انفرادی افراد کے ہاتھوں میں دینے کی بجائے حکومت کو اپنی تحویل میں رکھنا چاہیے تھا اور انہیں پوری آزادی دینی چاہیے تھی کہ وہ جس سے چاہیں مرضی شادی کریں اور اگر اپنے رشتے داروں کے پاس کہیں اور جانا چاہیں تو بغیر کسی فدیے وغیرہ کے آزادی سے جا سکیں۔

اور تو اور چھوٹے بچوں اور بچیوں تک کو غلام بنا لیا جاتا تھا، اور انہیں ان کی ماوؤں سے علیحدہ کر کے آگے بیچ ڈالا جاتا تھا۔

مسلم دعویٰ: ہزاروں کنیزوں کی تجارت اسلام کا قصور نہیں بلکہ امراء کا قصور تھا

اسلام عذر خواہ بہانہ بناتے ہیں کہ ان ہزاروں غلاموں اور کنیزوں کی تجارت کا بھیانک کھیل مذہب اسلام کا قصور نہیں بلکہ مسلمان امراء اسکے ذمہ دار ہیں۔

چیلنج:

ان عذر خواہوں کو چیلنج ہے کہ دکھادیں کہ پچھلی 1400 سالہ تاریخ میں کب اور کہاں مسلمان علماء و فقہاء نے ایسی بھیانک تجارت کو اسلام میں 'حرام' قرار دیا ہو؟ آج تک ایک ایسا فقیہ پیدا نہیں ہوا، بلکہ سب نے اسے شریعت کا 'حلال اللہ" بتلایا۔

یہ فقہی تو ایک طرف رہے، بذاتِ خود پیغمبرِ اسلام کھل کر ایسی تجارت کرتے تھے۔ پیغمبرِ اسلام نے سانحہ بنو قریظہ میں باندیاں بنائے جانے والی یہودی (اہل کتاب، اللہ کو ماننے والی) خواتین کو لے جا کر نجد کے علاقے کے 'کافروں (خدا کے منکروں)' کو بیچ دیا۔

مسلم دعویٰ: شریعت میں غلامی "حکم" نہ تھا بلکہ "اجازت" تھی

مسلم دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام نے غلامی کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ یہ فقط ایک "اجازت" تھی۔ یہ ایسا ہے کہ جیسے مرنے کا خوف ہو تو گدھے کے گوشت کھانے کی بھی "اجازت" ہوتی ہے۔

جواب:

یہ مسلمانوں کا ایک عجیب دعویٰ ہے۔ اسلام میں غلامی کی "عام اجازت" تھی جسے "مباح" کہا جاتا ہے۔ جبکہ گدھے کا گوشت "کراہت" کے زمرے میں آتا ہے۔ یہ حکم اور اجازت والی بحث بالکل ہی لغو ہے۔

یہ بالکل ایسے ہی ہے کہ جیسے کہ اسلام میں "گوشت" کھانے کا "حکم" نہیں ہے، بلکہ "عام اجازت" ہے۔ اسی طرح کی بالکل "عام اجازت" غلامی کے متعلق بھی ہے جسے "مباح" کہا جاتا ہے، اور ہر مباح چیز اسلامی شریعت کے مطابق "حلال" ہے۔

مسلم دعویٰ: قرآن نے غلامی ختم کرنے کے لیے حکم دیا کہ قیدیوں کو احسان کرکے یا پھر فدیہ کے کر آزاد کر دو (آیت 47:4)

مسلمان دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن کی آیت 47:4 میں اللہ نے ہمیشہ کے لیے غلامی کا خاتمہ کر دیا۔

> (قرآن 47:4) توجب کافروں سے تمہارا سامنا ہو تو گردنیں مارنا ہے یہاں تک کہ جب انہیں خوب قتل کرلو تو مضبوط باندھو پھر اس کے بعد چاہے احسان کرکے چھوڑ دو چاہے فدیہ لے لو

یہ بہانہ چالاک مسلمانوں کے دھوکے کی عمدہ مثال ہے جہاں وہ پچھلا پورا پس منظر غائب کر گئے۔ اور پس منظر کے ساتھ ساتھ بعد کے واقعات کو بھی ہضم کر گئے۔

پس منظر:

جنگ بدر میں 70 کفار مارے گئے اور 70 ہی قریب قیدی بنا لیے گئے۔

چونکہ یہ پہلی مرتبہ ہوا تھا کہ مسلمانوں کے ہاتھ قیدی لگے تھے، چنانچہ انہیں پتا نہیں تھا کہ وہ ان قیدیوں کا کیا کریں، انہیں جان سے مار ڈالیں، یا انہیں زندگی بھر کے لیے غلام بنا لیں، یا ان کا فدیہ لے لیں۔

ابو بکر نے تجویز پیش کی کہ ان کا فدیہ لے کر انہیں رہا کر دیا جائے تاکہ مسلمانوں کے ہاتھ پیسہ آسکے اور اہل مکہ کوئی نئی انتقامی جنگ بھی نہ کریں۔ جبکہ عمر ابن خطاب نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ ان قیدیوں کی گردن اڑا دی جائے، چنانچہ علی اپنے بھائی عقیل کو ذبح کریں، عمر اپنے رشتے دار کو قتل کریں، اور محمد کے چچا عباس اور حمزہ (جو اُس وقت کافر تھے اور جنگ بدر میں قیدی بن گئے تھے) انہیں بھی قتل کیا جائے، کیونکہ یہ ہی مشرکوں کے سردار ہیں۔

عباس اور حمزہ کے قتل کے نام پر محمد کو عمر ابن خطاب کی تجویز اچھی نہ لگی اور انہوں نے اس لیے فدیہ لینے کا حکم دے دیا۔ (صحیح مسلم، کتاب الجہاد، اور مسند احمد)۔

مگران تمام قیدیوں کے فدیے کے ذریعے آزاد ہونا پھر بھی محمد صاحب کو برداشت نہیں ہو پا رہا تھا اور وہ قریش والوں سے انتقام بھی لینا چاہتے تھے۔ چنانچہ محمد کی خواہش تھی کہ مکہ میں جو لوگ ان کی مخالفت کرتے تھے، وہ قتل بھی کر دیے جائیں، اور انکے رشتے دار عباس و حمزہ وغیرہ بچ بھی جائیں۔ اس کا حل محمد نے حسب معمول اس طرح نکالا کہ وحی کے نام پر نئی قرآنی آیت پیش کر دی جہاں کچھ قیدیوں کے قتل کا لازمی حکم موجود تھا اور اسے پیغمبر کی شان قرار دیا گیا۔

(قرآن 8:47) یہ پیغمبر کے شایان شان نہیں کہ اس کے قبضے میں قیدی رہیں جب تک (ان قیدیوں میں سے کچھ کو قتل کر کے) زمین میں کثرت سے خون (نہ) بہا دے۔

چنانچہ اس آیت کے بعد محمد نے کچھ قیدیوں کو قتل کروا دیا۔ مگر عمر ابن خطاب کی تجویز کے برعکس محمد نے نہ تو عقیل کو قتل کروایا اور نہ ہی حمزہ اور عباس کو، حالانکہ عمر ابن خطاب کے مطابق یہ ہی مشرکوں کے سردار تھے۔

محمد کے لیے اب اگلا مسئلہ اپنے رشتے داروں کی رہائی کا تھا۔ چنانچہ اب محمد ایک اور نئی آیت کو وحی کے نام پر پیش کر دیتے ہیں:

(قرآن 47:4) تو جب کافروں سے تمہارا سامنا ہو تو گردنیں مارنا ہے یہاں تک کہ جب انہیں خوب قتل کر لو تو مضبوط باندھو پھر اس کے بعد چاہے احسان کر کے چھوڑ دو چاہے فدیہ لے لو

ابن کثیر نے ذکر کیا ہے کہ کیسے محمد کو عباس کے قتل کی فکر لگی ہوئی تھی اور کیسے محمد نے انہیں بطور احسان آزاد کروالیا (تفسیر ابن کثیر، آیت 8:67):

ان قیدیوں میں عباس بھی تھے انہیں ایک انصاری نے گرفتار کیا تھا انصار کا خیال تھا کہ اسے قتل کر دیں آپ کو بھی یہ حال معلوم تھا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا رات کو مجھے اس خیال سے نیند نہیں آئی۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اجازت دیں تو میں انصار کے پاس جاؤں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اجازت دی حضرت عمر انصار کے پاس آئے اور کہا عباس کو چھوڑ دو انہوں نے جواب دیا واللہ ہم اسے نہ چھوڑیں آپ نے فرمایا گو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رضامندی اسی میں ہو؟ انہوں نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو آپ اب انہیں لے جائیں ہم نے بخوشی (بطور احسان) چھوڑا۔

مگر بات یہاں پر بھی آ کر نہیں رکی۔ جب عباس وغیرہ آزاد ہو گئے، تو اب محمد صاحب کو مکہ کے ان مشرکین سے انتقام لینے کی خواہش پیدا ہوئی جو کہ ان کے رشتے دار نہیں تھے اور مکہ میں ان کی مخالفت کرتے تھے۔ چنانچہ اب محمد صاحب نے کہا کہ پرانی آیت 47:4 منسوخ ہو گئی ہے، اور نئی آیت 8:67 نازل ہوئی ہے جس کے مطابق پیغمبر کی شان یہ ہے کہ وہ قیدیوں کا پہلے اچھی طرح خون بہائے۔

> (قرآن 8:67) کسی نبی کی یہ شان نہیں کہ کافروں کو زندہ قید کر لے جب تک زمین میں ان کا خون خوب نہ بہائے تم لوگ دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ آخرت چاہتا ہے

نیز محمد صاحب نے ایک نیا حکم جاری اور کر دیا کہ بطور احسان قیدیوں کو مزید رہا نہ کرو، بلکہ ہر صورت پیسے حاصل کرو، اور جو قیدی غربت کی وجہ سے فدیہ ادا نہ کرے، تو اسے قتل کر ڈالو۔

تاریخ طبری، جلد 2، صفحہ 159 اور 160 (لنک):

> اس کے بعد رسول اللہ نے (پچھلا حکم منسوخ کر کے) فرمایا: "تم لوگ غریب ہو، اس لیے بغیر فدیے کے کسی کو رہا نہ کیا جائے، اور جو فدیہ نہ دے سکے، اسے قتل کر دیا جائے۔

یاد رہے کہ قیدیوں کا قتل صرف آج ہی "انسانی جنگی جرم" نہیں مانا جاتا، بلکہ یہ اتنا مکروہ فعل ہے کہ زمانہ جاہلیت کے عرب بھی اسے قبیح ترین فعل مانتے تھے۔ بعد کچھ علماء نے قیدیوں کے قتل کو ایک استثنی بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی، مگر یہ بالکل ناکام کوشش ہے کیونکہ قرآن کے مطابق اللہ کی خوشنودی اور نبی شان اس میں تھی کہ قیدیوں کا خوب خوب کثرت سے خون بہایا جائے۔ اسی لیے محمد صاحب نے بعد میں بنو قریظہ کے 800 قیدیوں کو بھی ذبح کروا دیا تھا۔

چالاک مسلمان یہ بات بھی ساتھ میں نہیں بتاتے کہ بعد میں محمد نے اس احسان والی آیت پر عمل نہیں کیا (یعنی محمد نے شاید ہی شاذ و نادر کسی قیدی کو بعد میں بطور احسان رہا کیا ہو، حالانکہ انہوں نے پھر جنگوں میں ہزاروں کی تعداد میں مردوں، عورتوں اور بچوں کو غلام بنایا)۔

اور بات یہاں پر ہی نہیں رکی، بلکہ آگے ایک اور Turn بھی آیا۔

جنگ بدر میں مسلمانوں کو فتح ملی تھی، مگر اس کے بعد جب جنگ احد ہوئی، تو اس میں مسلمانوں کو بری طرح شکست ہوئی اور کئی مسلمان مارے گئے، حالانکہ احد کے موقع پر بھی محمد نے اللہ کے نام پر آیات نازل کروائی تھیں کہ اللہ فرشتوں کو مدد کے لیے بھیج رہا ہے۔ چنانچہ اس شکست اور فرشتوں کے مدد کے لیے نہ پہنچنے کا بہانہ اس دفعہ مسلمانوں ایک جھوٹی روایت گھڑ کر پیش کیا کہ چونکہ جنگ بدر کے موقع پر

مسلمانوں نے تمام قیدیوں کو قتل کرنے کی بجائے فدیہ لے لیا تھا، اس لیے اللہ نے غضبناک ہو کر جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست سے دوچار کروایا، اور وعدے کے باوجود فرشتوں کو مدد کے لیے نہیں بھیجا۔

سنن ترمذی، کتاب السیر، نسائی فی السنن الکبری، ابن کثیر، آیت 8:67 کے ذیل میں (لنک):
حضرت علی کہتے ہیں کہ جبرائیل آئے اور کہا کہ اپنے صحابہ کو اختیار دیجئے کہ وہ ان دو باتوں میں سے ایک کو پسند کر لیں۔ اگر چاہیں تو فدیہ لے لیں، اگر چاہیں تو ان قیدیوں کو قتل کر دیں لیکن یہ یاد رہے کہ فدیہ لینے کی صورت میں اگلے سال ان میں سے اتنے ہی صحابہ شہید ہو جائیں گے۔ صحابہ نے کہا ہمیں یہ منظور ہے اور ہم فدیہ لے کر چھوڑیں گے۔
البانی نے اس روایت کو "صحیح" کہا ہے (ارواء الغلیل)

حدیثیں مسلمانوں کے اپنے گھر کی باندی ہیں، جسے وہ جیسے چاہتے تھے گھڑتے تھے۔ یہ پورا فنِ حدیث گھڑا ہی اس لیے گیا تھا تاکہ مذہب کے تضادات پر اٹھتے اعتراضات کے لیے بہانے گھڑے جا سکیں۔

مگر جھوٹ پھر جھوٹ ہوتا ہے اور اپنے تضادات کی وجہ سے پھر بھی پہچانا جاتا ہے۔ مسئلہ یہ ہوا کہ فدیہ لینے کی اجازت تو خود قرآن کے مصنف (یعنی محمد) نے خود قرآن میں نازل کروادی تھی، اور دوسری آپشن احسان کے ذریعے رہا کرنے کی تھی۔ ان دونوں ہی صورتوں میں کوئی "خون" نہیں بہہ رہا تھا۔ چنانچہ حدیث سازوں کو یہ نظر نہیں آیا کہ یہ صحابہ کا فیصلہ نہیں تھا، بلکہ خود قرآن کے مصنف کا فیصلہ تھا۔

چلیں اگر مان بھی لیں کے صحابہ نے فدیے کا فیصلہ کیا تھا، تب بھی اگلا سوال اٹھ کھڑا ہو گا کہ پھر قرآن کا مصنف جنگ احد میں فرشتوں سے مدد کرنے کی بشارت کیوں دے رہا ہے جبکہ محمد اور صحابہ کو تو پہلے سے علم ہونا چاہیے تھا کہ اس جنگ میں انہیں شکست ہو گی اور انکے 70 صحابی مارے جائیں گے۔

مسلم دعویٰ: نبی کا قیدی عورتوں کا باندی بنا کر ریپ کروانا انسانی جرم نہیں، کیونکہ دوسری اقوام بھی یہی کرتی تھیں

یہ کیا بات ہوئی کہ معصوم اور بے گناہ عورتوں اور بچوں پر جو جنگی جرائم دوسرے کرتے تھے، تو انسانیت کے خلاف وہ جنگی جرائم محمد صاحب کے لیے بھی حلال ہو گئے؟

اگر مرد آپس میں لڑتے بھی تھے، تب بھی عورتوں اور بچوں کا کوئی قصور نہیں ہوتا تھا کہ انہیں زندگی بھر کے لیے غلام بنا لیا جائے۔ (بلکہ مرد بھی نہیں لڑتے تھے اور محمد صاحب خود مالِ غنیمت کے لیے پرامن بستیوں پر بھی حملہ آور ہو جاتے تھے)

انسانیت ایسے کسی قانون کو نہیں مانتی کہ جہاں مردوں کے کیے گئے کسی جرم کی سزا عورتوں اور چھوٹے بچوں کو دی جائے۔

یورپی اقوام نے انیسویں صدی میں تمام اسلامی ممالک کو فتح کر لیا تھا، مگر انہوں نے مسلمان عورتوں کا ریپ نہیں کیا۔ اس طرح آپ کی دادیاں نانیاں ریپ سے بچ گئیں۔ دعا دیجیئے مغربی اقوام کی عوام کو کہ جس نے انسانیت کے نام پر ان جنگی جرائم کا پہلے سے خاتمہ کر دیا تھا، اور اپنی فوجوں پر پابندی لگائی کہ وہ محمد صاحب کی طرح قیدی عورتوں کا ریپ نہ کریں۔

پی ایس:

یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ تمام اقوام قیدی عورتوں کا ریپ کرتی تھیں۔ یہود و نصاری میں قیدی عورت سے باقاعدہ شادی کر کے اسے آزاد بیوی جیسا مرتبہ دینا ہوتا تھا۔ (بائیبل، کتاب الاستثنا، باب 21)

مسلم دعویٰ: غلام کو بلاوجہ تھپڑ مارنے پر اسے آزاد کرنا پڑتا ہے

اسلام عذر خواہ یہ روایت پیش کرتے ہیں۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان (لنک):

> ابو عوانہ نے فراس سے، انہوں نے ابو صالح ذکوان سے اور انہوں نے ابو عمر زاذان سے روایت کی، انہوں نے کہا: میں حضرت ابن عمرؓ کے ہاں آیا جبکہ انہوں نے ایک غلام کو آزاد کیا تھا۔ کہا: انہوں نے زمین سے لکڑی یا کوئی چیز پکڑی اور کہا: اس میں اتنا بھی اجر نہیں جو اس کے برابر ہو اس کے سوا کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا: "جس نے اپنے غلام کو تھپڑ مارا یا اسے زد و کوب کیا تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے آزاد کرے

یہاں غلام آزاد کرنے کی Recommendation ہے، جیسا کہ امام بخاری نے اس سے اپنی کتاب الادب المفرد میں یہ حدیث نقل کی ہے اور یہ عنوان دے کر واضح کیا ہے: "جو اپنے غلام کو تھپڑ مارے، اسے وہ آزاد کر دے، **اگرچہ کہ آزاد کرنا لازم نہیں**"۔ (حوالہ: امام بخاری، کتاب الادب، عنوان نمبر 93)

امام نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں (لنک عربی، لنک اردو)

قوله صلى الله عليه وسلم : من لطم مملوكه أو ضربه فكفارته أن يعتقه قال العلماء : في هذا الحديث الرفق بالمماليك ، وحسن صحبتهم وكف الأذى عنهم ، وكذلك في الأحاديث بعده ، **وأجمع** المسلمون على أن عتقه بهذا ليس واجبا ، وإنما هو مندوب رجاء كفارة ذنبه ، فيه إزالة إثم ظلمه . ومما استدلوا به لعدم وجوب إعتاقه : حديث سويد بن مقرن بعده : أن النبي صلى الله عليه وسلم أمرهم حين لطم أحدهم خادمهم بعتقها ، قالوا : ليس لنا خادم غيرها ، قال : فليستخدموها ، فإذا استغنوا عنها فليخلوا سبيلها ، قال القاضي عياض : **وأجمع** العلماء أنه لا يجب إعتاق العبد لشيء مما يفعله به مولاه مثل هذا الأمر الخفيف

ترجمہ:

علماء نے کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد کے ذریعہ کہ (جس نے اپنے غلام کو تھپڑ مارا یا اسے زدوکوب کیا تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے آزاد کرے) دراصل اپنے مملوک کے حق میں نرمی کرنے اور ان کے ساتھ حلم و مروت کا معاملہ کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔ اور یہی بات بعد میں دوسری حدیثوں میں بیان ہوئی ہے جس پر مسلمانوں کا "**اجماع**" ہے کہ غلاموں کو اس بنیاد پر آزاد کرنا واجب نہیں ہے، بلکہ یہ آزاد کرنا اس امید پر ہے کہ ناحق مارنے کے گناہ کا کفارہ ہو جائے۔ اور آزاد کرنے کے عدم وجوب کی دلیل یہ حدیث ہے (حدیث سوید بن مقرن بعده : أن النبي صلى الله عليه وسلم أمرهم حين لطم أحدهم خادمهم بعتقها ، قالوا : ليس لنا خادم غيرها ، قال : فليستخدموها ، فإذا استغنوا عنها فليخلوا سبيلها) قاضی عیاض کہتے ہیں: اس پر علماء کا "**اجماع**" ہے کہ مالک کے اس خفیف عمل (تھپڑ مارنے) پر غلام کو آزاد کرنا واجب نہیں ہے۔

پھر دیگر احادیث میں غلاموں کی پٹائی کا ذکر موجود ہے۔

سنن ابو داؤد، کتاب، پاکی کا بیان (لنک):

وَلَا تَضْرِبْ ظَعِينَتَكَ كَضَرْبِكَ أُمَيَّتَكَ

ترجمہ:

اپنی بیوی کو ایسے نہ مارو جیسا کہ باندیوں کو مارتے ہو۔

بلکہ بیویوں کے معاملے میں بھی مسلمانوں نے یہ دعویٰ کیا کہ بیویوں کو صرف مسواک سے ہلکی مار لگانے کی اجازت ہے۔ جبکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ ہلکی مار زیادہ سے زیادہ صرف ایک

Recommendation ہے، مگر شریعت کے قوانین کے مطابق شوہر چاہے تو مار مار کر بیوی کو ادھیڑ کر رکھ دے، مگر پھر بھی بیوی کچھ نہیں کر سکتی، حتیٰ کہ اس بنیاد پر طلاق بھی نہیں لے سکتی۔ مثلاً:

سنن ابو داؤد، کتاب النکاح (لنک):

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يُسْأَلُ الرَّجُلُ فِيمَا ضَرَبَ امْرَأَتَهُ".

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"آدمی سے اپنی بیوی کو مارنے کے تعلق سے پوچھ تاچھ نہ ہو گی"

خلاصۃ حکم المحدث: سکت عنہ [وقد قال فی رسالتہ لأہل مکۃ کل ما سکت عنہ فہو صالح]

امام ابو داؤد نے اس روایت پر سکوت اختیار کیا ہے اور اہل مکہ کے مطابق جس روایت پر امام ابو داؤد سکوت اختیار کریں تو وہ ان کے نزدیک صالح روایت ہے۔

ابن حجر العسقلانی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے (لنک): "والحدیث صحیح کما قالہ ابن حجر فی "تنبیہ الأخیار" الفتوحات الربانیۃ 7/140."

یہ روایت عین حقیقت ہے۔ اسلام کے اندر مرد کو پوری اجازت ہے کہ وہ نافرمانی کے نام پر ہر معاملے میں عورت کی پٹائی کر سکتا ہے۔ اور یہ پٹائی اس حد تک زیادہ ہو سکتی ہے جیسے کہ اونٹ جیسے جانوروں کو مارنا، مگر پھر بھی کسی عدالت یا قاضی کو اس پر شوہر سے پوچھ تاچھ کی اجازت نہیں۔

صحیح بخاری، کتاب الادب (لنک):

وَقَالَ: بِمَ يَضْرِبُ أَحَدُكُمُ امْرَأَتَهُ ضَرْبَ الْفَحْلِ أَوِ الْعَبْدِ ثُمَّ لَعَلَّهُ يُعَانِقُهَا"

ترجمہ:

آپ صلعم نے فرمایا کہ تم میں سے کس طرح ایک شخص اپنی بیوی کو زور سے مارتا ہے جیسے اونٹ، اور پھر شام کو پھر اسی سے ہمبستری کرتا ہے۔

چنانچہ محمد نے یہاں پر زیادہ سے زیادہ recommendation دی ہے کہ شوہر عورتوں کو جانوروں کی طرح نہ ماریں، مگر شوہر کے لیے یہ چیز binding نہیں اور وہ اسے سے زیادہ پٹائی کرے تب بھی اس کے خلاف کوئی لیگل کاروائی نہیں کی جا سکتی۔

یعنی کہ جیوری بھی مرد ہے، اور executioner بھی مرد ہے، اور وہ بیوی کو چاہے جانوروں کی طرح مار لے، مگر عورت اپنے شوہر کو کسی عدالت میں پیش نہیں کر سکتی اور کوئی حاکم کوئی قاضی مرد سے اس معاملے میں پوچھ تاچھ نہیں کر سکتا۔

صحیح مسلم، کتاب الطلاق (لنک):

۔۔ (نبی نے فاطمہ بن قیس کو کہا) رہا ابو جہم تو وہ عورتوں کو بہت مارنے والا مرد ہے (چنانچہ وہ اس سے شادی نہ کریں)۔

صحیح بخاری، کتاب اللباس (لنک):

عکرمہ نے رفاعہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی۔ پھر ان سے عبدالرحمٰن بن زبیر قرظی رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا تھا۔ عائشہ نے بیان کیا کہ وہ خاتون سبز اوڑھنی اوڑھے ہوئے تھیں، انہوں نے عائشہ سے (اپنے شوہر کی) شکایت کی اور **اپنے جسم پر سبز نشانات (چوٹ کے) دکھائے** پھر جب رسول اللہ تشریف لائے تو (جیسا کہ عادت ہے) کہ عورتیں آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرتی ہیں۔ عائشہ نے (نبی سے) کہا کہ **میں نے کسی عورت کا اتنا بُرا حال نہیں دیکھا جتنا کہ ایمان والی عورتوں کا ہوتا ہے** (نوٹ: یہاں اردو ترجمہ تحریف شدہ ہے۔ دیکھئے اس لنک پر صحیح انگریزی ترجمہ) **ان کا جسم چوٹ کھا کر ان کے کپڑے سے بھی زیادہ سبز ہو گیا ہے۔** بیان کیا کہ ان کے شوہر نے بھی سن لیا تھا کہ (ان کی) بیوی نبی کے پاس گئی ہے چنانچہ وہ بھی آ گئے اور ان کے ساتھ ان کے دو بچے ان سے پہلی بیوی کے تھے۔ ان کی بیوی نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے ان سے کوئی اور شکایت نہیں البتہ ان کے ساتھ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں جس سے میرا کچھ نہیں ہوتا۔ انہوں نے اپنے کپڑے کا پلو پکڑ کر اشارہ کیا (**یعنی ان کے شوہر جنسی طور پر کمزور ہیں**) اس پر ان کے شوہر نے کہا: یا رسول اللہ! واللہ یہ جھوٹ بولتی ہے **میں تو اس کو (جماع کے وقت) چمڑے کی طرح ادھیڑ کر رکھ دیتا ہوں مگر یہ شریر ہے، یہ مجھے پسند نہیں کرتی اور رفاعہ کے یہاں دوبارہ جانا چاہتی ہے۔** نبی نے اس پر فرمایا کہ اگر یہ بات ہے تو تمہارے لیے وہ (یعنی پہلا شوہر) اس وقت تک حلال نہیں ہو گا جب تک یہ (عبدالرحمٰن دوسرے شوہر) تمہارا مزانہ چکھ لیں۔

ایک اور جھوٹا مسلم پروپیگنڈہ یہ ہے کہ شوہر صرف بے حیائی کے معاملے میں بیوی کی پٹائی کر سکتا ہے۔ مگر یہ غلط ہے۔ یہاں جامعہ بنوریہ کا فتویٰ دیکھیے (لنک) جس کے مطابق شوہر ہر معاملے میں بیوی کی پٹائی کر سکتا ہے، مثلاً:

- شوہر کی جنسی خواہش ٹھیک طریقے سے پوری نہ کرنا۔

- اس کے کہنے کے باجود زینت نہ کرنا۔
- اس کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلنا،
- اس سے ادب سے پیش نہ آنا، یا اسے برا بھلا کہنا۔
- خود سے ماں باپ کے گھر ایک دن یا ایک گھنٹہ زیادہ ٹھر جانا،
- شوہر کی اجازت کے بغیر خاندان کی کسی اور عورت یا رشتے دار کو گھر میں داخل ہونے دینا،
- بچوں کی دیکھ بھال شوہر کے بتائے گئے طریقے سے نہ کرنا

وغیرہ وغیرہ۔ یعنی کہ تقریباً ہر ہر معاملے میں ہی شوہر بیوی پر نافرمانی کا الزام لگا کر اس کی ٹھکائی شروع کر سکتا ہے، اور بیوی کو عدالت یا قاضی یا حاکم کوئی اس ٹھکائی سے نہیں بچا سکتا۔

اور پھر یہ صحیح روایت دیکھئے جو صاف طور پر غلاموں کو مارنے کے متعلق ہے۔

> سنن ابو داؤد، کتاب المناسک (لنک):
> اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کہتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کو نکلے، جب ہم مقام عرج میں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اترے، ہم بھی اترے، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں، اور میں اپنے والد کے پہلو میں بیٹھی۔ اس سفر میں ابوبکر رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کے سامان اٹھانے کا اونٹ ایک ہی تھا جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام کے پاس تھا، ابوبکر رضی اللہ عنہ اس انتظار میں بیٹھے کہ وہ غلام آئے جب وہ آیا تو اس کے ساتھ اونٹ نہ تھا، انہوں نے پوچھا: تیرا اونٹ کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا کل رات وہ گم ہو گیا، ابوبکر رضی اللہ عنہ بولے: ایک ہی اونٹ تھا اور وہ بھی تو نے گم کر دیا، پھر وہ اسے مارنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے اور فرما رہے تھے: "دیکھو اس محرم کو کیا کر رہا ہے؟" (ابن ابی رزمہ نے کہا) "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے زیادہ کچھ نہیں فرما رہے تھے کہ دیکھو اس محرم کو کیا کر رہا ہے اور آپ مسکرا رہے تھے۔

چنانچہ یہ روایت صاف طور پر اس روایت کا انکار کر رہی ہے کہ ایک تھپڑ مار دینے پر بھی غلام آزاد کرنا ہوتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو پہلے تھپڑ پر ہی محمد صاحب اس غلام کو آزاد کرنے کا حکم دے دیتے۔

یاد رہے کہ ابو بکر غلام کی یہ پٹائی عام حالات میں نہیں، بلکہ حج میں احرام کی حالت میں کر رہے تھے۔

اور محمد صاحب اس غلام کو آزاد تو کیا کرتے، انہیں تو اس غلام کی پٹائی سے زیادہ ابو بکر صاحب کے احرام کی فکر تھی اور "مسکرا" کر کہہ رہے تھے کہ دیکھو ابو بکر احرام کی حالت میں کیا کر رہے ہیں۔

اسی طرح اسلام میں اگر مالک مار مار کر اپنے غلام کو قتل تک کر ڈالے، تب بھی مالک کو سرے سے کوئی سزا تک نہیں ہے۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب الہدایہ میں ہے (لنک):

> ولا یقتل الرجل بعبدہ ولا مدبرہ ولا مکاتبہ ولا بعبد ولدہ
> ترجمہ: آزاد مرد کو اپنے غلام کو قتل کرنے کے جرم میں جواباً قتل نہیں کیا جا سکتا، اور نہ ہی مدبر غلام کو قتل کرنے پر اور نہ ہی مکاتب غلام کے قتل کرنے پر۔

بقیہ تین آئمہ حنبلی، مالکی اور شافعی کے نزدیک صرف مالک ہی نہیں، بلکہ اگر کوئی دوسرا آزاد مسلمان بھی کسی دوسرے کے غلام کو مار مار کر قتل کر دے، تب بھی اس آزاد مسلمان سے قصاص نہیں لیا جا سکتا، بلکہ زیادہ سے زیادہ صرف آدھی دیت لی جا سکتی ہے۔

امام القرطبیؒ نے اپنی مشہور تفسیر (آیت 2:178) کے ذیل میں اس سلسلے میں فقہاء کی آراء کو جمع کر دیا ہے (لنک):

> والجمهور من العلماء لا یقتلون الحر بالعبد، للتنویع والتقسیم فی الآیة. وقال أبو ثور: لما اتفق جمیعهم علی أنه لا قصاص بین العبید والأحرار فیما دون النفوس کانت النفوس أحری بذلک...
> ترجمہ: اور جمہور علماء کا مؤقف ہے کہ آزاد مسلمان کو کسی بھی غلام کے قتل کرنے کے جواب میں ہرگز قتل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اوپر موجود آیت میں ان آزاد اور غلام کی تقسیم یوں کر دی گئی ہے۔ جیسا کہ ابو ثور نے کہا: اور علماء کی اکثریت کا اس پر اتفاق ہے کہ غلاموں اور آزاد مردوں کے درمیان کوئی قصاص نہیں ہے کیونکہ غلام رتبے میں آزاد مردوں سے کم ہیں۔۔۔

اور امام عبداللہ ابن ابی زید (جنہیں چھوٹا امام مالک بھی کہا جاتا ہے)، وہ اپنے رسالے میں لکھتے ہیں (لنک):

> ولا یقتل حر بعبد ویقتل بہ العبد ولا یقتل مسلم بکافر ویقتل بہ الکافر ولا قصاص بین حر وعبد فی جرح ولا بین مسلم وکافر۔۔۔ ومن قتل عبدا فعلیہ قیمتہ

ترجمہ: ایک آزامرد کو ایک غلام کے قتل کرنے پر قتل نہیں کیا جائے گا، لیکن اگر کوئی غلام کسی آزاد شخص کو قتل کر دے تو غلام کو قتل کر دیا جائے گا۔ اور اگر آزاد شخص نے مار مار کر کسی غلام کو زخمی کر دیا ہے تو اس پر کوئی تلافی نہیں۔ اسی طرح آزاد شخص نے کسی کافر کو زخمی کر دیا ہے تو اس پر بھی کوئی تلافی نہیں۔۔۔ اگر کسی نے کسی دوسرے شخص کے غلام کو قتل کر دیا ہے تو صرف اس غلام کی قیمت ادا کی جائے گی۔

اور امام شافعی کتاب الام میں لکھتے ہیں (لنک):

وکذلک لایقتل الرجل الحر بالعبد بحال، ولو قتل حر ذمی عبدا مؤمنا لم یقتل بہ۔
ترجمہ: اور کوئی آزاد شخص ایک غلام کو قتل کرنے پر کسی بھی صورت قتل نہیں کیا جائے گا۔ حتیٰ کہ اگر ایک آزاد کافر ذمی بھی ایک مسلمان غلام کو قتل کر دے تو تب بھی اس ذمی کو قتل نہیں کیا جا سکتا۔

اور فقہ کی کلاسیکل کتاب 'عمدۃ السالک وعدۃ الناسک' میں درج ہے (لنک):

ولا تجب الدیۃ بقتل الحربی والمرتد ومن وجب رجمہ بالبینۃ او تحتم قتلہ فی المحاربۃ ولا علی السید بقتل عبدہ.
ترجمہ: اگر کسی حربی شخص (ایسی قوم کا شخص جن کی مسلمانوں سے دشمنی ہے) کو قتل کر دیا ہے تو اس پر دیت کی رقم ادا کرنے کی بھی ضرورت نہیں، اور مرتد کے قتل پر بھی دیت نہیں، اور پتھروں سے رجم ہونے والے کی بھی دیت نہیں، اور اسکی بھی دیت نہیں جسے جنگ کے دوران قتل کرنا لازمی تھا، **اور ایک مالک پر اپنے غلام کو قتل کر دینے پر بھی کوئی دیت نہیں۔**

مسلم دعویٰ: مشرکہ (غیر کتابیہ) باندی سے مالک سیکس نہیں کر سکتا

آج کے مسلمان مسلسل یہ دعویٰ کرتے نظر آرہے ہیں کہ مالک اپنی مشرکہ (غیر اہل کتاب) باندی سے سیکس نہیں کر سکتا۔ یہ مسلمان سچائی کو چھپا رہے ہیں۔ ذیل کی روایت دیکھئے جو صاف صاف مشرکہ باندی سے مالک کا سیکس قرآن کی رو سے حلال کر رہی ہے۔

صحیح مسلم کتاب الرضاع (لنک):
باب جَوَازِ وَطْءِ الْمَسْبِيَّةِ بَعْدَ الِاسْتِبْرَاءِ وَإِنْ كَانَ لَهَا زَوْجٌ انْفَسَخَ نِكَاحُهَا بِالسَّبْىِ

Chapter: It is permissible to have intercourse with a female captive after it is established that she is not pregnant, and if she has a husband, then her marriage is annulled when she is captured

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ حُنَيْنٍ بَعَثَ جَيْشًا إِلَى أَوْطَاسٍ فَلَقُوا عَدُوًّا فَقَاتَلُوهُمْ فَظَهَرُوا عَلَيْهِمْ وَأَصَابُوا لَهُمْ سَبَايَا فَكَأَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم تَحَرَّجُوا مِنْ غِشْيَانِهِنَّ مِنْ أَجْلِ أَزْوَاجِهِنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي ذَلِكَ { وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلاَّ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ } أَىْ فَهُنَّ لَكُمْ حَلاَلٌ إِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهُنَّ .

Abu Sa'id al-Khudri (Allah her pleased with him) reported that at the Battle of Hanain Allah's Messenger sent an army to Autas and encountered the enemy and fought with them. Having overcome them and taken them captives, the Companions of Allah's Messenger (may peace te upon him) seemed to refrain from having intercourse with captive women **because of their husbands being polytheists.** Then Allah, Most High, sent down regarding that:" And women already married, except those whom your right hands possess (iv. 24)" **(i. e. they were lawful for them when their 'Idda period came to an end, even if they were polytheists themselves)**.

اوطاس کے رہنے والے مشرک تھے، اور ان کی بیویاں بھی۔ مگر قرآن کھل کر مسلمانوں کو کہہ رہا ہے کہ ان کی مشرک عورتوں (خواہ ان کے مشرک شوہر زندہ ہی کیوں نہ ہوں) کا ریپ کر سکتے ہیں کیونکہ وہ ان کے مالک ہیں۔

اس کے متعلق مزید یہاں پڑھئے۔

مسلم دعویٰ: ابن تیمیہ کے مطابق کنیز باندی کو بھی حجاب کرنا تھا

پہلے ابن تیمیہ اقرار کرتا ہے کہ باندی کے لیے حجاب نہیں تھا اور عمر ابن خطاب ایسے باندیوں کو مارتے تھے جو کہ غلطی سے بھی حجاب لے لیتی تھیں۔

Imam Ibn Taymiyyah said in his "Majmoo' al fatawa" that:

والحجاب مختص بالحرائر دون الإماء كما كانت سنة المؤمنين فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وخلفائہ إن الحرة تحتجب والأمة تبرز وکان عمر رضی اللہ عنہ إذا رأی أمة مختمرة ضربہا وقال أتتشبہین بالحرائر أی لکاع فیظہر من الأمة رأسہا ویداہا ووجہہا.

"Hijab is exclusive to free women; its not for slaves. Its similar to what was the practice of the faithful followers in the time of the Prophet and those who came after him, that a free women veils while the slave woman reveals. When Umar saw a slave girl wearing a veil, he hit her and said, 'Do you want to resemble a free woman, you fool?'. Its allowed for a slave girl to show her head, hands and face"

یہاں بھی ابن تیمیہ ڈنڈی مار گیا ہے جب وہ کہہ رہا ہے کہ باندی کے لیے اجازت تھی کہ وہ سر، ہاتھ اور چہرہ دکھا سکے۔ اصل سچائی یہ ہے کہ باندی کے سینے بھی اسلام میں اور پیغمبر کے دور میں ننگے تھے۔

آگے ابن تیمیہ پھر یہ بہانہ پیش کرتا ہے۔

ولیس فی الکتاب والسنة إباحة النظر إلی عامة الإماء ولا ترک احتجابہن وإبداء زینتہن ولکن القرآن لم یأمرہن بما أمر الحرائر والسنة فرقت بالفعل بینہن وبین الحرائر ولم تفرق بینہن وبین الحرائر بلفظ عام بل کانت عادة المؤمنین إن تحتجب منہم الحرائر دون الإماء واستثنی القرآن من النساء الحرائر القواعد فلم یجعل علیہن احتجابا واستثنی بعض الرجال وہم غیر أولی الإربة فلم یمنع من إبداء الزینة الخفیة لہم لعدم الشہوة فی ہؤلاء وہؤلاء فأن یستثنی بعض الإماء أولی وأحری وہن من کانت الشہوة والفتنة حاصلة بترک احتجابہا وإبداء زینتہا

There is no permission in the Book [Qur'an] or the Sunnah that allows looking at the slave women, nor for them to not observe hijāb, or to show their adornment. The Qur'an does not order slave women to observe the same rules [pertaining to hijāb] as was the order to free women. The distinction is made in the Sunnah, but it is not a general distinction. It was the habit that free women —except as exempted in the Qur'an for free

women of post-menstrual age who have no desire for marriage and for a list of males— do not show their adornment. Slave women who could be a cause of temptation or tribulation —as a result of not observing hijāb or hiding their adornment— should be most worthy and most encouraged to be exempt from the permissibility to not observe hijāb.

باندی عورت کی خوبصورتی کے نام پر ان کو پردہ کروانے کا بہانہ ابن تیمیہ نے اپنی طرف سے گھڑا ہے، اور قرآن اور سنت اور صحابہ اور تابعین کے دور کا کوئی ایک واقعہ بھی موجود نہیں ہے کہ کسی خوبصورت باندی کو جلباب (چادر) لینے کی اجازت دی گئی ہو۔ چنانچہ سوال یہ ہے کہ محمد اور صحابہ اور تابعین کے پورے ادوار میں کیا کوئی ایک خوبصورت باندی بھی موجود نہ تھی کہ جسے پردہ کروایا جاتا؟

نیز ابن تیمیہ جو کہہ رہا ہے کہ قرآن نے آزاد مسلمان عورت اور باندی عورت کے پردے میں تخصیص نہیں کی ہے، تو یہ بالکل غلط ہے۔ خود قرآن نے آیت 33:59 میں کھل کر یہ تخصیص کی ہے اور باندی کے پردہ نہ کرنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ لوگ پہچان سکیں کہ آزاد عورت کون ہے اور باندی عورت کون ہے۔ اوپر ہم نے اس آیت پر تفصیلی بحث کی ہے، اسے دیکھ لیجئے۔

پھر ابن تیمیہ ایک اور بہانہ پیش کرتا ہے (لنک):

إنَّ الإماء في عهد الرسول عليه الصَّلاة والسَّلام، وإن كُنَّ لا يحتجبن كالحرائر؛ لأن الفتنة بهنَّ أقلّ، فهُنَّ يُشبهنَ القواعدَ من النِّساء اللاتي لا يرجون نكاحاً، قال تعالى فيهن: (فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ) (النور: من الآية60)، يقول: وإما الإماء التركيّات الحِسان الوجوه، فهذا لا يمكن أبداً أن يكُنَّ كالإماء في عهد الرسول عليه الصَّلاة والسَّلام، ويجب عليها أن تستر كلَّ بدنها عن النَّظر،

ترجمہ:

رسول کے زمانے میں باندی عورتیں آزاد مسلمان عورتوں کی طرح حجاب نہیں کرتی تھیں، کیونکہ انکے فتنے پھیلانے کا خدشہ کم تھا اور ان کے قواعد ان عورتوں کی طرح تھے کہ جنہیں نکاح کی حاجت نہ ہو جیسا کہ قران میں ہے (النور، آیت 60: اور وہ بڑی بوڑھی عورتیں جو نکاح کی رغبت نہیں رکھتیں ان پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ اپنے کپڑے اتار رکھیں بشرطیکہ زینت کا اظہار نہ کریں)۔ لیکن جہاں تک حسین ترک باندیوں کا تعلق ہے، تو ان کے متعلق وہ نہیں کیا جا سکتا جو کہ رسول اللہ کے زمانے میں

باندیوں کے ساتھ کیا جاتا تھا، اور ان (حسین ترک باندیوں) کو اپنا پورا جسم ڈھانپنا ہو گا اور اپنے آپ کو تمام مردوں کی نظروں سے بچانا ہو گا۔

ابن تیمیہ کا یہ آرگومینٹ اتنا بوگس ہے کہ جس کی کوئی حد ہی نہیں۔

کیا ابن تیمیہ کے نزدیک عرب میں کوئی حسین اور جوان باندی ہی نہیں ہوتی تھی کہ جس پر رسول کے زمانے کے لوگوں کا دل آتا ہو؟

اور کس بنیاد پر ابن تیمیہ کہہ رہا ہے کہ رسول کے 700 سال بعد اس کے دور کی ترکی باندیوں کو حسین ہونے کی وجہ سے مکمل پردہ کرنا ہو گا، مگر پچھلے 700 میں عرب اور ایرانی باندیوں نے پردہ اس لیے نہیں کیا کہ وہ حسین نہیں تھیں، یا ان کا فتنہ کم تھا اور یا انکی حالت بوڑھی عورتوں کی طرح تھی کہ جنہیں نکاح کی حاجت نہیں ہوتی؟

ابن تیمیہ کی ہی طرح بعد میں ابن قطان اور ابن قدامہ نے بھی اسلام میں باندیوں کے ننگے پن کا انکار کرنا چاہا، مگر ان کے پیشکردہ دعوے ابن تیمیہ کی ہی طرح مکمل طور پر بوگس اور بغیر کسی ثبوت کے تھے۔

مسلم دعویٰ: اسلام نے غلاموں کو انسانی حقوق دیے

غلام کو کھانا کھلا دینا غلاموں کو انسانی حقوق دینے میں نہیں آتا۔ وہ تو انسان گھر کے پالتو جانوروں کو بھی کھانا کھلانے وغیرہ کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

جبکہ بنیادی انسانی حقوق وہ ہوتے ہیں جو سب انسانوں کو برابری کے درجے پر رکھ کر دیے جاتے ہیں۔

سچائی یہ ہے کہ اسلام نے غلاموں اور باندی عورتوں کو انکے انسانی حقوق نہیں دیے، بلکہ ان کے "بنیادی انسانی حقوق" کو سلب کر کے ان پر ظلم کے پہاڑ توڑے ہیں۔ یہ ایک طویل فہرست ہے کہ جہاں جہاں اسلام غلام اور باندیوں کے بنیادی انسانی حقوق سلب کر رہا ہے۔

پیغام:

یاد رکھیں کہ آسمانی اللہ کا نظام 100 ٪ پرفیکٹ اور انصاف پر مبنی ہونا چاہیے۔ اگر اللہ آپ کو ایک جگہ بھی انسانیت کے ساتھ ناانصافی کرتا نظر آ جاتا ہے، تو پھر پورے کے پورے 100 ٪ اسلام کی عمارت دھڑام سے گر جاتی ہے۔ ایسی کسی بھی اللہ نامی شے کو خدا تسلیم نہیں کیا جاتا جو کسی ایک مسئلے میں بھی

ناانصافی، ظلم اور نااہلی دکھاتا ہے۔ جبکہ مسلمانوں کا اللہ تو ان لاکھوں کڑوڑوں باندیوں پر پچھلے 1400 سالوں سے جاری اس ظلم اور ناانصافی کا قصوروار ہے۔

شروع میں ہی آپ سے یہ سوال پوچھا گیا تھا کہ دین کی ناموس کی خاطر کہیں آپ اس فریاد کرتی انسانیت کا ہاتھ تو نہیں جھٹک دیں گے؟

یہ آپ کے اندر جاری انسانیت اور مذہب کی جنگ ہے

ایسے بھی لوگ ہیں کہ جنہوں نے اس جنگ میں اپنے اندر کی انسانیت کا گلا گھونٹ کر اسے موت کے گھاٹ اتار ڈالا

... مگر آپ ان لوگوں میں سے نہ ہو جایئے گا،

بلکہ سسکتی ہوئی اس انسانیت کو گلے لگا لیجئے گا،

اس لڑکھڑاتی انسانیت کا ہاتھ تھام کر اسے سہارا دیجئے گا،

اور پھر اپنے آنسوؤں سے اس کے زخموں کو دھو ڈالیے گا